انعاماتِ ربّانی
ملفوظاتِ عارف باللہ
حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
ناشر
کتب خانۂ مظہری
گلشن اقبال ۲، پوسٹ بکس نمبر ۱۱۱۸۲ کراچی ۴۷
فون: ۴۶۸۱۱۲

فہرست

عنوان	صفحہ
فہرست	۱
عرض مرتب	۴
دین کس سے سیکھیں ؟	۹
انفرادی قیامت اور اجتماعی قیامت	۱۳
اللہ کا دار السلطنت	۱۴
خواتین کی اہمیت پر ایک آیت سے عجیب استدلال	۱۷
اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ کی تقریر سے حادث کی بقا باللہ کا منطقی اثبات	۲۰
اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ	۲۱
مولانا رومی کی محبت شیخ اور اس کی وجہ	۲۳
اَلَآ اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ کے جملہ مستقلہ کا راز	۲۶
حدیث اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا الخ کی شرح	۲۷
شکر اور کبر جمع ہونا محال ہے	۲۸
تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ اہل علم کا فرق	۳۰
چوبیس گھنٹے کا عبادت گذار	۳۲
تقویٰ کی لذت بے مثل	۳۳
سب سے بڑی سُنّت	۳۵
قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے	۳۵

صفحہ	عنوان
۳۹	عاشقوں کی قومیت
۴۱	اہل محبت کے محفوظ عن الارتداد ہونے کی دلیل
۴۳	مثنوی کے ایک شعر کی شرح
۴۵	ترک سگریٹ نوشی کے متعلق ایک عجیب استدلال
۴۵	رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ کی تشریح کی ایک دلنشین تمثیل
۴۷	مدرسۃ البنات کے متعلق نہایت اہم ہدایات
۴۹	مصیبت پر نزول لفظ بشارت کی ایک لطیف حکمت
۵۰	احکام اسلام کی صداقت اور مبنی علی الرحمۃ ہونے کے دلائل عجیبہ
۵۱	زنا کے حق اللہ ہونے کی حکمت
۵۲	زنا کی سزا بھی عین رحمت ہے
۵۲	زنا کی گواہی کا قانون بھی رحمت حق کا مظہر ہے
۵۳	شان رحمت حق کی ایک اور دلیل
۵۳	روزہ میں بھول کر کھانے کا حکم اور شان رحمت حق
۵۳	غیبت کی حرمت بندوں سے اللہ کی محبت کی دلیل
۵۴	غیبت کی معافی کا قانون بھی مبنی علی الرحمۃ ہے
۵۵	تیمم کے قانون میں بھی شان رحمت مضمر ہے
۵۵	سلوک کے منازل اربعہ
۵۸	نسبت مع اللہ کی علامات

عنوان	صفحہ
خوف شکست توبہ اور عزم شکست توبہ کا فرق	۶۰
ایک تلافی مافات	۶۳
تجلیات جذب کے زمان و مکان	۶۵
گناہ سے بچنے کا بہترین علاج	۶۷
کرشمۂ چشم سلطاں شناس	۶۸
گناہوں کی دھوپ اور نیکیوں کا سایہ	۷۳
بیداری کی مناسبت معتبر ہے خواب کی نہیں	۷۶
صحبت کی اہمیت کی ایک عجیب دلیل	۷۸
دُنیوی حُسن سے عاشقانِ حق کے استغنا کی وجہ مع تمثیل	۷۹
عظمت شان حق کا ایک ادنیٰ مظہر	۷۹
حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دُعا کی تشریح	۸۰
اہل سایۂ عرش کا حساب نہیں ہوگا	۸۱
دُنیا میں بھی سایۂ رحمت حق	۸۱
جسم کو تابع فرمانِ الٰہی کرنے والا بھی سلطان عادل ہے	۸۲
جوانی کے قائم و دائم رکھنے کا طریقہ	۸۳
مکان کی محبت مکین سے محبت اشد کی دلیل ہے	۸۶
اللہ کی نافرمانی کرنا خلاف شرافت ہے	۸۷
نیک گمان کا فائدہ اور بدگمانی کا نقصان	۸۸

عنوان	صفحہ
فیل اور کفیل	۸۹
خود اپنے حُسن ہی سے وہ بے ہوش ہوگئے	۸۹
صحبت یافتہ اور فیض یافتہ	۹۰
متلاشیان رضاء حق پر انعامات الٰہیہ	۹۳
شرح حدیث اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ الخ	۹۶
بدنظری سے بچنے کا ایک انوکھا طریقہ	۱۰۰
حکم استغفار کی ایک عاشقانہ تمثیل	۱۰۱
تقویٰ گناہ سے بچنے کے غم اُٹھانے کا نام ہے	۱۰۳
لاش اور لاس	۱۰۵
قرب حق کی لذت غیر محدود کا الفاظ و لغت احاطہ نہیں کرسکتے	۱۰۶
سایۂ مرشد نعمت عظمیٰ ہے	۱۰۷
آغوش رحمت الٰہیہ کی ایک دل سوز تمثیل	۱۰۸
تصویر کی حُرمت کے عجیب و غریب اسرار	۱۰۹
ہنسی مزاح کے متعلق علوم نافعہ	۱۱۰
صحبت اہل اللہ کی ضرورت کی دلیل	۱۱۳
دنیا کا مزہ بھی اللہ والوں ہی کو حاصل ہے	۱۱۷
محبت شیخ علیٰ سبیل خلت مطلوب ہے	۱۱۸
محبت علیٰ سبیل خلت کی مزید تشریح	۱۱۹
راز قلب شکستہ	۱۲۱

عنوان	صفحہ
غضِ بصر کا حکم عین فطرت انسانی کے مطابق ہے	۱۲۳
عطاء ولایت کی علامت	۱۲۳
بیٹیاں نعمت عظمیٰ ہیں	۱۲۳
غلامِ نفس کی ذلت و خرابی	۱۲۶
دلیل توحید	۱۲۷
التحیات کے متعلق علوم عجیبہ	۱۲۷
نسبت مع اللہ کے عظیم الشان آثار	۱۲۸
عشق مجاز کا سگنل	۱۲۹
ماضی کے گناہوں پر استغفار تقویٰ کا جُز ہے	۱۲۹
اللہ کے اللہ ہونے کی دلیل	۱۳۰
بندوں کو جلد معاف فرمانے کا راز	۱۳۲
کرم بالائے کرم	۱۳۳
برباد محبت کو نہ برباد کریں گے	۱۳۴
حلال نعمت میں اشتغال کے حدود	۱۳۵
حدیث کلمینی یا حمیرا کی عجیب تشریح	۱۳۶
سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص اوقات قرب	۱۳۷
گناہ سے نفس کو مزہ اور روح کو تکلیف ہوتی ہے	۱۴۰
حسرت حُسن نامعلوم اور غمِ حُسنِ معلوم	۱۴۱
گناہ سے بچنے کا ایک آسان اور لذیذ طریقہ	۱۴۳

عنوان	صفحہ
ہر چیز کا آغاز مستقبل کا غماز	۱۴۳
لذت محدود کا دقایہ	۱۴۳
ولایت تابع نبوت ہے	۱۴۴
شہادت کا راز	۱۴۶
بیویوں سے حُسنِ سلوک کا ایک عنوان جدید	۱۴۷
حی علی الصلوٰۃ کا جواب اسلام کی حقانیت کی دلیل	۱۴۹
حلاوت ایمانی کا بے مثل مزہ	۱۵۰
معیت الٰہیہ کی لذت بے مثل	۱۵۱
نیکوں کی اقلیت اور نافرمانوں کی اکثریت کی تمثیل	۱۵۳
صاحبِ حیات اور حیات سازِ عالم	۱۵۴
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ	۱۵۴
قبر میں ساتھ جانے والی سلطنت	۱۵۵
اعمال کی قیمت	۱۵۷
عاشقوں کا ذوق	۱۵۷
دین کا کام عظمت دین اور عزت نفس کے ساتھ کرنا چاہیے	۱۵۸
شکور کے معنی	۱۶۱
حضرت والا کی خوش مزاجی	۱۶۱
دینی خادموں کی تسلی قلب کے لئے عظیم الشان مضمون	۱۶۲
اللہ سے دوری کا عذاب	۱۶۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلّی علیٰ رسولہ الکریم

عرض مرتب

مرشدی و مولائی و محبی و محبوبی عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے ملفوظات کا چوتھا مجموعہ موسوم بہ انعامات ربانی آج مورخہ ۲۱ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۹۸ء بروز اتوار طباعت کے لئے دیا جارہا ہے اللہ تعالیٰ شرف قبول عطا فرمائیں اور اُمت مسلمہ کے لئے قیامت تک مشعل راہ بنائیں آمین۔

گذشتہ کئی برسوں سے رمضان المبارک میں ادائیگی عمرہ کے لئے حرمین شریفین حاضری کا حضرت والا کا معمول ہے۔ اس سال بوجوہ عمرہ کا سفر ملتوی ہوا اس لئے مختلف ممالک میں حضرت والا سے تعلق رکھنے والے حضرات نے رمضان المبارک حضرت والا کی خدمت مبارک میں گذارنے کے لئے خانقاہ آنے کی اجازت طلب کی اور شعبان کے آخر ہی میں جنوبی افریقہ، انگلینڈ، امریکہ، بنگلہ دیش اور ہندوستان سے متعدد علماء تشریف لائے اور ان کی درخواست پر اس سال حضرت والا نے مثنوی مولانا روم کا درس بھی دیا جو آخر شعبان سے آخر رمضان تک بعد نماز فجر جاری رہا۔ عجیب و غریب عاشقانہ، عالمانہ ایمان افروز اور روح کو وجد میں لانے والا درس تھا جس کو علیحدہ کتابی شکل میں شائع کرنے کا ارادہ ہے۔ موجودہ جلد میں بعض ملفوظات اس درس سے بھی مختص کئے گئے ہیں۔

اس کے بعد شوال میں حضرت والا کا سفر برما اور بنگلہ دیش کا ہوا، وہاں کے بھی چند ملفوظات اس میں شامل ہیں اور اس کے علاوہ مختلف اوقات کے ارشادات درج ہیں۔

غرض یہ مجموعہ قرآن و حدیث، شریعت و طریقت، تصوف و احسان و سلوک کے عجیب و غریب وہبی علوم اور الہامی مضامین کا خزانہ ہے جس کا لطف پڑھ کر عمل کرنے سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ اللّٰھم وفقنا لما تحب و ترضیٰ و ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

جامع و مرتب
احقر سید عشرت جمیل ملقب بہ میر عفا اللہ عنہ
یکے از خدام
عارف باللہ حضرت اقدس مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم
خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی
۲۱ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹ اپریل ۱۹۹۸ء بروز یکشنبہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انعامات ربانی

۔شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ ۹ بجے شب خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی۔ آج صبح جنوبی افریقہ سے حضرت مرشدی دامت برکاتہم کے ایک مجاز جو عالم بھی ہیں خانقاہ میں قیام کے لئے تشریف لائے۔ مندرجہ ذیل ملفوظ بعد عشا بعض علماء سے ارشاد فرمایا۔

دین کس سے سیکھیں

ارشاد فرمایا کہ ہم دین کس سے سیکھیں، کس سے اللہ کی محبت حاصل کریں، کس کو اللہ کے راستہ کا رہبر بنائیں اس کے کچھ اُصول پیش کرتا ہوں

(۱) جس ڈاکٹر کے پاس کنجڑے قصائی سبزی فروش کا ہجوم ہو اور وہ لوگ اس کی تعریف کرتے ہوں کہ بہت بڑا ڈاکٹر ہے لیکن ڈاکٹر اس کے معتقد نہ ہوں تو سمجھ لو کہ یہ ڈاکٹر خطرناک ہے۔ اس ڈاکٹر سے علاج کراؤ جو دوسرے ڈاکٹروں کے نزدیک معتبر ہو۔ جس شیخ کے پاس عوام کی بھیڑ ہو اور علماء اس سے رجوع نہ ہوں تو اس کا اعتبار نہیں۔ وقت کے علماء جس کے قائل ہوں ایسے مُربّی سے دین سیکھنا چاہیے کیونکہ علماء اسی سے رجوع ہوتے ہیں جو علم کی روشنی میں سُنّت و شریعت کا پابند ہوتا ہے۔ جو علماء کے نزدیک معتبر نہیں وہ استفادہ کے قابل نہیں۔

(۲) جو دیسی آم لنگڑے آم بننے کی دعوت دے رہا ہو اور خود کسی لنگڑے آم کی قلم نہیں کھائی وہ دوسروں کو کیسے لنگڑا آم بنا سکتا ہے؟ خود مُربّہ نہیں

بنا اور مُربّی بننے کا اعلان کررہا ہے جو اس سے قلم کھائے گا وہ بھی ہرگز مُربّیہ نہیں بن سکتا۔ پہلے شاگرد بنتا ہے پھر اُستاد بنتا ہے پہلے بیٹا بنتا ہے پھر باپ بنتا ہے۔ جو شخص یہ سمجھے کہ میرا کوئی باپ نہیں تو سمجھ لیجیے کہ اس کا نسب کیسا ہے۔ جدہ سے کچھ لوگ آئے اور مجھ سے پوچھا کہ فلاں صاحب درس قرآن دیتے ہیں اور پورے پاکستان میں ان کے درس کی شہرت ہے کیا ہم ان سے تعلق کرلیں۔ میں نے کہا کہ ان کا کوئی بابا بھی ہے؟ کہا کہ بابا تو کوئی نہیں، کسی مُربّی سے ان کا تعلق نہیں۔ میں نے کہا کہ لا تاخذوہ بابا من لا بابا لہٗ اس جملہ سے وہ بہت محظوظ ہوئے اور کہا کہ آپ نے بہت بہترین اُصول بتادیا۔ لہٰذا جس کا کوئی مُربّی نہ ہو جس نے اپنا کسی کو شیخ اور بڑا نہیں بنایا وہ ہرگز اس قابل نہیں کہ دوسروں کی تربیت کرے۔ جب اپنی ہی اصلاح نہیں کرائی تو دوسروں کی اصلاح کیسے کرسکتا ہے۔

(۲) جس مُربّی کی تربیت و علاج سے اکثریت شفایاب ہو، اکثر کی حالت اچھی ہو، کچھ گندے انڈے نکل جائیں تو مضایقہ نہیں لیکن اکثریت کی حالت سُنّت کے مطابق ہو تو سمجھ لو یہ مُربّی صحیح ہے۔ اور اگر اس کے ستر فیصد مریض قبرستان آباد کریں تو اس سے دور بھاگو کہ ممکن ہے آپ بھی ان میں ستر فیصد میں شمار نہ ہوجائیں۔ جس کے اکثر مُریدوں کی حالت سُنّت و شریعت کے مطابق نہ ہو وہ شیخ کامل نہیں اس سے دور رہو۔

(۳) سب سے اہم چیز صحبت ہے۔ جس نے اپنے شیخ کی زیادہ صحبت اٹھائی ہو چاہے علم کم ہو، بقدر ضرورت علم رکھتا ہو ایسا مُربّی قابل اعتبار ہے۔ صحبت زیادہ اور علم بقدر ضرورت رکھتا ہو وہ صحیح رہ نمائی کرسکتا ہے اور علم زیادہ لیکن صحبت کم اُٹھائی ہو ایسا شخص رہ نمائی کا حق ادا نہیں کرسکتا

میرے مرشد حضرت شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے یک من علم را دہ من عقل باید یعنی ایک من علم کے لئے دس من عقل چاہیے اور عقل میں سلامتی بدون اہل اللہ کی صحبت کے نہیں آتی۔ غیر صحبت یافتہ یا جس نے صحبت کم اُٹھائی وہ اپنے نفس کے مکر و کید کو قرآن و حدیث سے ثابت کرے گا۔ اپنے نفسانی غصہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غصہ سے ملائے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دین کے لئے غصہ آتا تھا۔ جب چندہ مانگے گا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملائے گا، اپنے ہر عمل کو سُنت سے ثابت کرنے کی کوشش کرے گا اور اس کو اپنے نفس کے مکائد کا علم بھی نہ ہوگا۔ اس لئے میرا مشورہ ہے کہ اپنے مدرسہ میں بھی ایسے اُستاد کو رکھو جو کسی شیخ سے تعلق رکھتا ہو۔ اگر اس سے خطا بھی ہوگی تو شیخ اس کی اصلاح کردے گا ورنہ جس کا کوئی شیخ نہیں وہ کسی کی بات کیوں مانے گا۔ ہردوئی کا واقعہ ہے کہ ایک اُستاد نے میرے شیخ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے بغاوت کردی اور حضرت کے مدرسہ کے مقابلہ میں دوسرا مدرسہ کھول لیا لیکن وہ حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کا مُرید تھا۔ حضرت ہردوئی نے شیخ کو لکھا تو حضرت شیخ نے حکم دیا کہ فوراً ہردوئی چھوڑ دو۔ کیونکہ مُرید تھا اس لئے اپنے شیخ کے ارشاد کی تعمیل کی اور فتنہ ختم ہوگیا۔

(۵) عالم منزل ہونا اور ہے بالغ منزل ہونا اور ہے۔ ایک شخص لیلیٰ کے راستہ کا جغرافیہ پڑھا رہا ہے لیکن اس راستہ پر چلا نہیں اور لیلیٰ سے ملا نہیں اور ایک شخص وہ ہے جس نے لیلیٰ کا راستہ طے کیا ہے اور لیلیٰ سے ملاقات کی ہے دونوں کے پڑھانے میں زمین آسمان کا فرق ہوگا۔ تو بعضے علماء اساتذہ ایسے ہیں جنہوں نے مولیٰ کا راستہ طے نہیں کیا، کسی اللہ والے سے تعلق

کر کے صاحب نسبت نہیں ہوئے ، مولیٰ تک نہیں پہنچے وہ قرآن و حدیث پڑھاتے ہیں لیکن ان کے درس میں جان نہیں ہوتی ۔ اور ایک وہ صاحب نسبت ہے کہ وہ جب درس دیتا ہے تو دلوں میں زلزلہ آتا ہے اور ہزاروں مولیٰ کے عاشق بن جاتے ہیں لہٰذا خالی عالم منزل مت دیکھو بالغ منزل سے راستہ پوچھو۔

اگر طلب صحیح ہو تو بالغ منزل شیخ ، اللہ والا مربی مل جاتا ہے جس کو صحیح راہ بر مل جائے سمجھ لو کہ اس پر اللہ کی رحمت ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو اپنا بنانا چاہتے ہیں ۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ اس زمانہ میں جس کو سچا پیر مل جائے سمجھ لو اس پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم ہے ۔ اور بالغ منزل ہونے کی علامت یہ ہے کہ وقت کے انصاف پسند علماء اور اللہ والے اس پر اعتماد رکھتے ہوں اور جس پر اہل اللہ کا اعتماد نہ ہو وہ اللہ والا نہیں ہے اس سے دین مت سیکھو ۔ ایک مثال سے سمجھو کہ ایک گلاس پانی ہے دس ڈاکٹر کہتے ہیں کہ یہ صحیح ہے لیکن ایک ڈاکٹر کہتا ہے کہ یہ مشکوک فیہ ہے ، اس میں زہر ملا ہوا ہے اور ایک گلاس پانی ایسا ہے کہ تمام ڈاکٹروں کا اجماع ہے کہ یہ پانی صحیح ہے تو مشکوک فیہ پانی کیوں پیتے ہو لا شک فیہ پانی کیوں نہیں پیتے ۔ جس کو جان پیاری ہے وہ ایسے گلاس کا پانی نہیں پیے گا جو ایک ڈاکٹر کے نزدیک مشکوک فیہ ہے تو جس کو ایمان پیارا ہوگا وہ ایسے شخص سے دین نہیں سیکھے گا جو اہل اللہ اور علماء حق کی نظر میں مشکوک ہے ۔

انفرادی قیامت اور اجتماعی قیامت

۲۰ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱ دسمبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی گلستان جوہر بلاک ۱۲ کی تعمیر کے بعد خانقاہ میں دوسرے اجتماع کے موقع پر حضرت مرشدنا و مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کے بعض ارشادات بوقت ساڑھے آٹھ بجے صبح

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا نام پاک اتنا عظیم الشان ہے کہ ان کے نام پاک کے صدقے میں زمین و آسمان قائم ہیں، سورج اور چاند قائم ہیں، اللہ کا نام حیات عالم ہے، حیات کائنات ہے، پوری کائنات ان کے نام کے صدقہ میں زندہ ہے۔ جب کوئی ان کا نام لینے والا نہ رہے گا تب قیامت آجائے گی۔ اس سے اندازہ کیجئے کہ جو شخص اللہ کو بھول جاتا ہے، اللہ کا نام نہیں لیتا وہ اپنے اوپر قیامت ڈھاتا ہے، وہ ظالم اپنے چاند اور سورج کو گرادیتا ہے، اپنے دل کے زمین و آسمان کو تباہ کردیتا ہے کیونکہ حدیث پاک سے ثابت ہے کہ قیامت نہیں آئے گی جب تک کہ ایک بندہ بھی اللہ کا نام لینے والا ہوگا۔ تو معلوم ہوا کہ ایک دفعہ اللہ کہنے والا سارے عالم کی حیات ہے۔ اللہ کا نام پاک کیا ہے؟ حیات کائنات ہے، حیات عالم ہے، حیات ارض و سماء ہے، حیات شمس و قمر ہے حیات شجر و حجر ہے حیات بحر و بر ہے، حیات جن و بشر ہے، ان کے نام سے دنیا قائم ہے۔ جو ظالم ان کو بھول کر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے وہ اپنے اوپر اپنے دل کے اندر قیامت ڈھاتا ہے اس کا دل تباہ ہوتا ہے، اس کے دل کے زمین و آسمان سورج و چاند سمندر و پہاڑ تباہ ہوجاتے ہیں۔ ہر انسان کا دل حامل کائنات ہوتا ہے، اللہ کی نافرمانی سے اس

کی دُنیا اُجڑ جاتی ہے، اس کے دل پر ایک انفرادی قیامت آتی ہے۔ تو قیامت کی دو قسمیں ہوگئیں۔ ایک قیامت اجتماعی جو ایک دفعہ آئے گی اور ساری دُنیا ختم ہوجائے گی اور دوسری قیامت انفرادی ہے کہ جو فرد اللہ کو بھول کر کسی گناہ میں مبتلا ہوجاتا ہے اس کے دل پر اسی وقت قیامت آجاتی ہے لہٰذا اللہ کے لئے اللہ کی نافرمانی نہ کیجئے، اللہ کے نام سے زندہ رہئیے، اللہ کے نام پر مرتے رہیے۔ اللہ کے نام پر زندہ کیسے رہیں؟ جس بات سے اللہ تعالیٰ خوش ہوں وہ عمل کرتے رہیے تاکہ آپ زندہ رہیں، ان کو خوش کرنا جان حیات ہے۔

اور اللہ کے نام پر مرنا کیا ہے؟ جس بات سے، جس خواہش سے اللہ تعالیٰ ناخوش ہوں ان بُری خواہشوں کو مار دیجئے تو گویا آپ اللہ پر مر گئے۔ جس نے اپنی بُری خواہش پر عمل نہیں کیا اور گناہ کے تقاضوں کو برداشت کر کے غم اُٹھالیا، اپنا دل توڑ دیا لیکن اللہ تعالیٰ کا قانون نہیں توڑا، یہ گویا اللہ پر فدا ہوگیا، یہ اللہ کا باوفا بندہ ہے، اس نے رزق کا حق ادا کردیا۔ جس کی روٹی کھائی اس کی گائی اور جس کی روٹی کھائی اس روٹی کی طاقت روٹی دینے والے کی نافرمانی میں نہ گنوائی۔ یہی وہ بندے ہیں جن کے قلوب انفرادی قیامت سے محفوظ ہیں اور ان ہی کے دم سے یہ زمین و آسمان قائم ہیں۔ جس دن ایک بندہ ایسا نہ رہے گا قیامت آجائے گی۔

اللہ کا دارالسلطنت

ارشاد فرمایا کہ آج رات تین بجے اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک علم عظیم عطا فرمایا کہ جس نے گناہوں کو چھوڑ کر اور گناہ چھوڑنے کا غم اٹھا کر، اللہ

والوں کی صحبت سے اور ذکر اللہ کی برکت سے اپنے قلب میں اپنے مولیٰ کو حاصل کرلیا اور صاحب نسبت، صاحب درد، صاحب ولایت اور صاحب مولیٰ ہوگیا جس پر ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی تجلیات خاصہ کا نزول ہورہا ہے تو ایسا قلب اللہ تعالیٰ کا دارالسلطنت ہے، راجدھانی ہے، کیپٹل ہے۔ جہاں بادشاہ رہتا ہے اسے دارالسلطنت کہا جاتا ہے تو جس کے دل میں وہ سلطان السلاطین اپنی تجلیات خاصہ سے متجلّی ہوگا اس کا دل دارالسلطنت نہ ہوگا؟ لہٰذا ہر ولی اللہ کا دل اللہ تعالیٰ کا دارالسلطنت ہے۔

اور بادشاہ جہاں رہتا ہے اس کی حفاظت خود کرتا ہے۔ دارالسلطنت اور صدارتی محل کی حفاظت بذمہ سلطان مملکت ہے۔ لہٰذا جس قلب میں اللہ ہو، جو قلب اللہ کا دارالسلطنت ہو اس کی حفاظت خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ قلب کی بھی حفاظت فرماتے ہیں اور قالب کی بھی۔ چونکہ قلب کی سواری قالب ہے تو جب سوار کی حفاظت فرمائیں گے تو سواری کی حفاظت لازم ہے۔ اور یہ حفاظت دو طرح سے ہوتی ہے۔ اپنے اولیاء کے قلب کے تقویٰ کی حفاظت فرماتے ہیں گناہوں سے تکوینی حفاظت فرماکر اور غموم اور ہموم سے دور رکھ کر اور جسم کی حفاظت فرماتے ہیں مصائب و آلام و آفات سے۔

اور دنیوی بادشاہ تو کمزور ہیں اس لئے ان کی حفاظت یقینی نہیں، ان کے صدارتی محل میں کبھی بم رکھ دیا جاتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس قلب کی حفاظت کرتا ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت نقصان نہیں پہنچاسکتی۔ اور دُنیوی بادشاہوں کا دارالخلافہ تو ایک ہی جگہ ہوتا ہے لیکن اللہ کا ولی جہاں جاتا ہے اپنے مولیٰ کو ساتھ لئے ہوتا ہے اس لئے وہ چلتا پھرتا دارالسلطنت ہے، چلتا پھرتا کیپٹل اور راجدھانی ہے، چلتا پھرتا اسلام آباد ہے، اس کی ہر جگہ حفاظت

ہوگی کیونکہ اس کا سلطان السلاطین ہر جگہ ہے۔ اور اس کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے۔ یہ تصوف بلا دلیل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں و جعلنا له نورًا یمشی به فی الناس ہم اپنے عاشقوں کو ایسا نور دیتے ہیں کہ سارے عالم میں، ساری دنیائے انسانیت میں جہاں جاتے ہیں میرے نور کو لئے پھرتے ہیں یمشی به میرا عاشق چلتا ہے مگر مجھ کو لئے چلتا ہے، میرے نور کو لئے چلتا ہے۔ میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اللہ کا ہر ولی اللہ کے نور کو سارے عالم میں لئے پھرتا ہے۔ وہ خالی ملتزم کے لئے خاص نہیں ہوتا، خالی مساجد کے لئے خاص نہیں ہوتا وہ بازاروں میں، صدر میں اور کلفٹن پر بھی اللہ والا رہتا ہے۔ اس کو سارا عالم خرید نہیں سکتا۔ اللہ کا خریدا ہوا مال کون ظالم ہے جو خرید لے۔ وزیر اعظم کے ایک کُتّے کے پٹے پر لکھا ہو کہ یہ کُتّا وزیر اعظم کا ہے، ملک کے اندر کون ہے جو اس کو خرید سکے۔ اللہ تعالیٰ جس کو اپنا بناتا ہے سارا عالم اس کو خرید نہیں سکتا۔ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ بندے ہیں جو میرے نور کو لئے پھرتے ہیں۔ میں جس کے ساتھ ہوں بھلا پھر میں اس کی حفاظت نہ کروں گا؟

اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مَنِ اتَّقَى اللّٰهَ عَزَّ وَ جَلَّ سَارَ اٰمِنًا فِیْ بِلَادِهٖ جو تقویٰ سے رہتا ہے، اللہ سے ڈر کر رہتا ہے یعنی میرا دوست بن کر رہتا ہے، تقویٰ اختیار کرکے اپنی غلامی کے سر پر تاج ولایت رکھتا ہے وہ دُنیا میں جہاں جائے گا امن سے رہے گا۔ یہ اہل تقویٰ کے لئے بشارت ہے کیونکہ وہ اللہ کا دارالسلطنت ہے اس لئے اولیاء اللہ کو معمولی مت سمجھو، ان کے مقام کو اہل بصیرت ہی جان سکتے ہیں کیونکہ وہ اس ذات کے عاشق ہیں جس کا کوئی مثل، کفو اور ہمسر نہیں۔ خواجہ عزیز الحسن صاحب

مجذوب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دنیاوی عاشقوں کی گلی تو ان کے معشوقوں کی کوئی گلی ہوتی ہے، کوئی ایک کوچہ ہوتا ہے لیکن اللہ کے عاشقوں کی گلی سارا عالم ہے، کیونکہ سارا عالم اللہ کا ہے، سارے عالم میں اللہ ہے لہٰذا سارے عالم میں وہ اللہ کو ساتھ لئے ہوئے ہیں۔ فرماتے ہیں ؎

پھرتا ہوں دل میں یار کو مہماں کئے ہوئے
روئے زمیں کو کوچۂ جاناں کئے ہوئے

تو دوستو! کیا یہ نعمت عظمیٰ نہیں ہے کہ گناہوں کو چھوڑ کر، اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر اللہ سے دل لگا کر اپنے قلب میں ہم اللہ تعالیٰ کو حاصل کرلیں، اللہ تعالیٰ کے قرب خاص سے مشرف ہوجائیں اور اللہ تعالیٰ کی حفاظت خاصہ میں آجائیں۔ جس دن یہ نعمت حاصل ہوگئی میں واللہ کہتا ہوں کہ اس دن ہم ساری لیلاؤں سے مستغنی ہوجائیں گے۔ سورج اللہ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے، جب نکلتا ہے تو ستارے نظر نہیں آتے۔ جب دل میں وہ مولیٰ آئے گا جو خالق لیلیٰ ہے، خالق شمس و قمر ہے تو ان حسینوں کی چمک دمک ماند نہ پڑجائے گی؟ بلکہ ان کی غلاظت اور گوموت نظر آئے گا اور یہ سب مُردہ لاشیں معلوم ہوں گی۔

خواتین کی اہمیت پر ایک آیت سے عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ خانقاہ گلشن سے خانقاہ گلستان جوہر کے لئے نکلتے وقت دروازے پر ایک مضمون اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کی تجلی کسی خاص جگہ کے لئے مخصوص نہیں جہاں چاہیں عطا فرمادیں۔ میرا شعر ہے کہ ؎

وہ مالک ہے جہاں چاہے تجلی اپنی دکھلائے
نہیں مخصوص ہے اس کی تجلی طور سینا سے

اللہ تعالیٰ نے قرآن میں بیویوں کے لئے جو یہ سفارش نازل فرمائی کہ وَ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ان کے ساتھ بھلائی اور خوش اخلاقی سے پیش آنا اگرچہ یہ کڑوی بات کریں گی کیونکہ آدھی عقل کی ہیں لیکن ان کی کڑوی کڑوی باتوں کو برداشت کرنا اور ان کے ساتھ معاملہ بھلائی اور احسان کا رکھنا۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْمَرْاَةُ کَالضِّلَعِ عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے اِنْ اَقَمْتَهَا کَسَرْتَهَا اگر سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَ فِيْهَا عِوَجٌ اور اگر اس ٹیڑھی پسلی سے فائدہ اٹھانا چاہو گے تو فائدہ اٹھالو گے اور اس کا ٹیڑھا پن رہے گا۔ اللہ تعالیٰ کے سفارش فرمانے سے معلوم ہوا کہ اگر بیویاں اہم نہ ہوتیں تو اتنا بڑا مالک ان کی سفارش کیوں نازل فرماتا کیونکہ دنیا میں بھی بڑا آدمی کسی اہم آدمی ہی کی سفارش کرتا ہے، اپنے پیاروں کی سفارش کرتا ہے، غیر پیارے کی سفارش نہیں کرتا۔ کیا کوئی وزیر اعظم کسی گورنر یا کمشنر سے کہہ سکتا ہے کہ بھنگی پاڑے کے فلاں بھنگی کا خیال رکھنا، اس سے خوش اخلاقی سے پیش آنا۔ جو اہم اور وی آئی پی شخصیت ہوتی ہے اسی کے لئے سفارش کرتا ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں بیویاں نہایت اہم اور وی آئی پی ہیں اسی لئے عاشروھن بالمعروف کی آیت نازل فرمادی کہ قیامت تک علی الاعلان میرے اس حکم کی تلاوت کی جائے گی، میرا نبی بھی تلاوت کرے گا، نبی کے صحابہ بھی تلاوت کریں گے، قیامت تک اولیاء اللہ اس حکم کی تلاوت کرتے رہیں گے۔ اس سفارش کو میں قرآن پاک کا جز بنا رہا ہوں تاکہ میری بندیوں کی

اہمیت سب کو معلوم ہوجائے۔ جنت میں تو ان کی اہمیت ظاہر ہے کہ یہ حوروں سے زیادہ حسین کردی جائیں گی مگر دُنیا میں بھی اللہ کی نظر میں ان کی شخصیت نہایت اہم اور وی آئی پی تھی جب ہی تو ان کے لئے سفارش نازل فرمائی کیونکہ ان کے ہی پیٹ سے انبیاء پیدا ہوئے، ان ہی کے پیٹ سے اولیاء پیدا ہوئے اور قیامت تک پیدا ہوتے رہیں گے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں کی فیکٹریاں اور کارخانے ہیں لہٰذا عورتوں کو حقارت سے مت دیکھو۔ ان کے ناز نخرے اور کڑوے پن کو برداشت کرو کہ کم عقل ہیں۔ اگر آپ کا ایک ہی بچہ ہو اور آپ کا بہت پیارا ہو لیکن کم عقل ہو تو بتایئے آپ اس کی خطاؤں کو معاف کریں گے یا نہیں بلکہ محلہ والوں سے بھی کہہ دیں گے کہ میرا بچہ کم عقل ہے اگر آپ کا کوئی نقصان کردے تو مجھ سے ڈبل پیسے لے لینا لیکن میرے بچے کو ہاتھ نہ لگانا تو اللہ تعالیٰ کا اپنی بندیوں کے لئے سفارش کرنا اپنی بندیوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی دلیل ہے۔ لہٰذا بیوی کو دیکھو تو رحمت کی نگاہ سے دیکھو، محبت کی نگاہ سے دیکھو کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کو کیوں پیدا کیا؟ لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا تاکہ تم ان سے سکون حاصل کرو اور آگے مصدر نازل فرمایا مودۃ و رحمۃ اور مصدر مبالغہ کے لئے آتا ہے جیسے زید عدل زید عدل ہے یعنی انتہائی عادل ہے مودۃ و رحمۃ کے معنی ہوئے کہ یہ تمہارے لئے سراپا محبت اور سراپا رحمت ہیں۔ دنیا میں بھی رحمت ہیں کہ ان سے دو روٹی ملتی ہے اور آخرت میں بھی رحمت ہیں کہ اگر ان کے پیٹ سے کوئی ولی اللہ پیدا ہوگیا تو تمہاری مغفرت کا سامان ہوگا۔ اس وقت قیامت کے دن ان بیویوں کی قدر معلوم ہوگی۔

اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ کی تقریر سے حادث کی بقاء باللہ کا منطقی اثبات

۱۲ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز دو شنبہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی بعد فجر۔ جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش ہندوستان اور انگلینڈ سے آنے والے بعض اکابر علماء موجود تھے۔

دورانِ درسِ مثنوی ارشاد فرمایا کہ اَلْعَالَمُ مُتَغَیِّرٌ عالم کی ہر چیز میں تغیر ہو رہا ہے وَ کُلُّ مُتَغَیِّرٍ حَادِثٌ ہر متغیر چیز حادث ہے فَالْعَالَمُ حَادِثٌ پس عالم حادث ہے لہٰذا ہم بھی حادث ہیں کیونکہ عالم کا جز ہیں۔ جب پورا عالم حادث ہے تو ہم کس سے دل لگائیں، کس پر فدا ہوں۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحبؒ فرماتے ہیں ؎

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے
لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

حادث پر جو حادث فدا ہوگا تو مجموعہ حادث ہی ہوگا۔ لہٰذا کیوں نہ ہم اس واجب الوجود مولیٰ پر فدا ہو جائیں کہ جہاں پہنچ کر حادث بھی باقی ہو جاتا ہے۔ پھر ہم مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ کیوں ہوں، مَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ کیوں نہ ہو جائیں۔ وہ ایسے باقی ہیں کہ جو حادث ان کے پاس پہنچ گیا وہ بھی باقی ہو گیا۔ لہٰذا اپنی جوانی کو اللہ پر فدا کر کے اپنی جوانی کو باقی کرلو، اپنے مال کو اللہ پر فدا کر کے مال کو باقی کرلو۔ اپنی جان و مال خواہشات و جوانی اللہ پر فدا کرو تاکہ ما عند اللہ باقی ہو جاؤ۔ حادث پر فدا ہوگے تو ما عندکم ینفد رہوگے۔ ینفد کے دائرہ سے اگر نکلنا ہے تو اللہ پر فدا ہونا سیکھو۔ اگر باقی باللہ ہونا چاہتے ہو تو فانی فی اللہ ہونا سیکھو۔

یہ منطقی تقریر ہے۔ منطق کی کتابوں میں جو عالم متغیر پڑھا تھا الحمد للہ آج وصول ہوگیا۔ لوگ حادث و قدیم کی اصطلاحات تک ہی رہتے ہیں لیکن ان سے معرفت کا سبق لینا یہ اللہ تعالیٰ کے فضل کے بغیر ممکن نہیں۔ فالحمد للہ تعالیٰ ولا فخر یا ربی۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ کا عاشقانہ ترجمہ

۲۳ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۵ دسمبر ۱۹۹۸ء بروز
جمعرات بعد نماز فجر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ مضارع سے نازل فرمایا اور مضارع میں دو زمانہ ہوتا ہے حال اور مستقبل۔ تو ترجمہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں کہ ہم اپنے بندوں کی توبہ کو قبول فرماتے ہیں موجودہ حالت میں بھی اور اگر آئندہ بھی تم سے کوئی خطا ہوجائے گی تو ہم تمہاری توبہ قبول کرکے تمہیں معاف کردیں گے اور صرف معاف ہی نہیں کریں گے محبوب بھی بنالیں گے اور تمہیں اپنے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہونے دیں گے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے حال اور مستقبل دونوں کے تحفظ کی ضمانت دے رہے ہیں کہ توبہ کی برکت سے حالاً و استقبالاً ہم تم سے پیار کریں گے۔ ہم ایک دفعہ جس سے پیار کرتے ہیں ہمیشہ کے لئے پیار کرتے ہیں، ہم بے وفاؤں سے پیار ہی نہیں کرتے کیونکہ ہمیں مستقبل کا بھی علم ہے کہ کون آئندہ ہم سے بے وفائی کرے گا اور کون باوفا رہے گا۔ ہم پیار اسی کو کرتے ہیں جو ہمیشہ باوفا رہتا ہے یا اگر کبھی بوجہ بشریت کے اس کی وفاداری میں کوئی کمزوری بھی آئے گی اور اس سے کوئی خطا بھی ہوجائے گی تو

وہ پھر توبہ کر کے باوفا ہو جائے گا۔ توبہ کرنے والا اللہ تعالیٰ کے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہوتا۔ اور یہ بات دنیا کی ہر محبت کے مشاہدات میں بھی موجود ہے جیسے بچہ ماں کی چھاتی پر پاخانہ پھر دیتا ہے تو کیا ماں اس کو دھو کر پھر پیار نہیں کرتی؟ اور کیا پھر وہ دوبارہ پاخانہ نہیں پھرتا؟ ماں کو یقین ہوتا ہے کہ یہ پھر پھرے گا مگر وہ اپنی شفقت سے نہیں پھرتی حالانکہ یقین سے جانتی ہے کہ یہ ہگتا رہے گا مگر محبت کی وجہ سے عزم رکھتی ہے کہ میں دھوتی رہوں گی۔ تو کیا اللہ تعالیٰ کی محبت ماں کی محبت سے کم ہے۔ ماؤں کو محبت کرنا تو انہوں نے ہی سکھایا ہے۔ لہٰذا ہمیں حکم دے دیا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ تم اپنے رب سے بخشش مانگتے رہو۔ کیوں؟ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا کیونکہ تمہارا رب بہت بخشنے والا ہے، غافر نہیں ہے غفار ہے کثیر المغفرۃ ہے۔ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ ہم سے خطائیں ہوں گی ورنہ معافی کا حکم کیوں دیتے۔ اگر ہم معصوم ہوتے تو اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ نازل نہ ہوتا۔ چونکہ صدور خطا کا معاملہ یقینی تھا اس لئے استغفار کا حکم نازل ہوا۔ لہٰذا ماضی کے گناہوں سے معافی مانگو اور آئندہ کے لئے توبہ اور عزم مصمم کرو کہ آئندہ کبھی یہ گناہ نہ کروں گا۔ لاکھ بار خطائیں ہو جائیں لیکن جو توبہ کرتا رہتا ہے یہ علامت ہے کہ یہ بندہ حال میں بھی محبوب ہے اور مستقبل میں بھی اللہ کا محبوب رہے گا۔ جو مستقبل میں بے وفائی کرنے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ محبوب ہی نہیں بناتے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جو مُرتد ہوئے وہ پہلے ہی سے خدا کے مبغوض تھے اگرچہ حالت اسلام ظاہر کر رہے تھے لیکن اللہ کے علم میں تھا کہ وہ مُرتد ہو جائیں گے لہٰذا وہ اللہ کے دائرۂ محبوبیت میں داخل ہی نہیں ہوئے تھے اس لئے خطاؤں سے مایوس نہ ہو۔ کوشش تو کرو، جان کی بازی لگا دو کہ کوئی خطا

نہ ہو لیکن بربنائے بشریت اگر کبھی پھسل جاؤ تو فوراً توبہ کرکے ان کے دامن رحمت اور دامن محبوبیت میں آجاؤ اور اگر شیطان ڈرائے کہ آئندہ پھر یہی خطا کروگے تو کہدو کہ میں پھر توبہ کرلوں گا۔ ان کی چوکھٹ موجود ہے اور میرا سر موجود ہے، میری جھولی باقی ہے اور ان کا دست کرم باقی ہے۔ یہ میرا سر سلامت رہے جو ان کی چوکھٹ پر پڑا رہے اور میرا دست سوال سلامت رہے جس سے میری جھولی بھرتی رہے۔ کیا یہ الفاظ اور یہ زبان زمین کی زبان ہے، یہ آسمان سے عطا ہوتی ہے۔ میرا ایک شعر ہے

میرے پینے کو دوستو سن لو
آسمانوں سے مے اترتی ہے

خطا ہونا تو تعجب کی بات نہیں کیونکہ انسان مجموعہ خطا و نسیان ہے لیکن خطا کے بعد توبہ نہ کرنا اور خطا پر قائم رہنا یہ بات تعجب اور خسارہ کی ہے لہٰذا فوراً توبہ کرو اور اگر شیطان ڈرائے کہ تم پھر یہی خطا کروگے تو اس سے کہہ دو کہ میں توبہ کررہا ہوں اور میرا توبہ توڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ اس کے باوجود اگر آئندہ توبہ ٹوٹ جائے گی تو پھر توبہ کروں گا۔ پھر رو رو کے ان کو منالوں گا۔ خوب سمجھ لیجئے کہ توبہ کی قبولیت کے لئے اتنا کافی ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو، عزم مصمم ہو کہ آئندہ ہرگز ہرگز یہ گناہ نہ کروں گا۔ بوقت توبہ ارادۂ شکست توبہ نہ ہو تو اس کی توبہ قبول ہے۔ جس کو یہ علم ہوگا شیطان اس کو مایوس نہیں کرسکتا۔

مولانا رومی کی محبت شیخ اور اس کی وجہ

۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ ۲ جنوری ۱۹۹۸ء بروز
جمعہ بعد فجر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال ۲ کراچی

ارشاد فرمایا کہ ہوائی جہاز ڈھائی گھنٹہ میں جدہ پہنچ جاتا ہے اور ریل شاید ایک ماہ میں پہنچے۔ لہٰذا عبادت کی کثرت مت دیکھو۔ عارف کی دو رکعت غیر عارف کی لاکھ رکعت سے افضل ہے اس لئے ہمارے بزرگوں نے فرمایا کہ اپنی کثرت عبادت میں ہی مشغول مت رہو۔ کسی اللہ والے کے پاس جاکر بیٹھو تو تمھاری دو رکعت ایک لاکھ رکعت کے برابر ہوجائے گی کیونکہ ان کی صحبت کی برکت سے تمہارے اندر دین کی سمجھ اور اللہ کی محبت اور معرفت پیدا ہوگی۔ اللہ والوں کی صحبت کا ایک عجیب انعام ہے یعنی محنت کم اور مزدوری زیادہ۔ حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ کیا وجہ ہے کہ مولانا رومی اپنے شیخ شمس الدین تبریزیؒ کے نام پر وجد کرتے ہیں۔ ایک ہی مصرع میں چار چار بار شیخ کا نام لیتے ہیں ؎

من نہ جویم زیں سپس راہ اثیر
پیر جویم پیر جویم پیر پیر

حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ اگر مولانا رومی ہزار سال عبادت کرتے تو وہ قرب عظیم نصیب نہ ہوتا جو انھیں شمس الدین تبریزی کی چند دن کی صحبت سے نصیب ہوگیا یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے شیخ کے گرویدہ و عاشق ہیں اور ان کے نام سے مست ہوجاتے ہیں۔ آدمی جس سے پاتا ہے اس کی گاتا ہے۔
یہاں تک کہ ایک بار حضرت شمس الدین تبریزی بغیر بتائے کہیں چلے گئے تو

مولانا رومی بے قرار ہوگئے اور دیوانہ وار ان کی تلاش میں نکلے تو کسی نے کہا کہ ملک شام کی فلاں گلی میں میں نے مولانا شمس الدین تبریزی کو دیکھا ہے تو ٹھنڈی آہ کھینچی اور فرمایا کہ آہ! جس شام میں میرا شمس رہتا ہے اس شام کی صبح کیسی ہوگی اور فرمایا ۔

ابرکی یا ناقتی طاب الامور

ان تبریزًا لنا ذات الصدور

اے اونٹنی ٹھہر جا میرا تو کام بن گیا اور میرے نصیب جاگ اُٹھے ۔ شہر تبریز سینوں کے بھید والا شہر ہے ۔ اللہ کی محبت کے اسرار اسی شہر کے صدقے میں میرے شیخ تبریزی کے سینۂ مبارک سے ملے ہیں ۔

اسرحی یا ناقتی حول الریاض

ان تبریزًا لنا نعم المفاض

اے میری اونٹنی شہر تبریز کے باغوں کے اردگرد خوب چرلے ۔ شہر تبریز ہمارے لئے بہت بڑے فیض کی جگہ ہے ۔

ہر زماں از فوح روح انگیز جاں

از فراز عرش بر تبریزیاں

مولانا جوش محبت میں اہل شہر تبریز کے لئے دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ شہر تبریز والوں پر آسمان سے ہمہ وقت رحمتوں کی بارش فرما ۔ مولانا اپنے پیر پر فدا ہوکر ہم سب لوگوں کو سبق دے گئے کہ شیخ سے کس طرح محبت کرنی چاہیے ۔

اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ کے جملۂ مستقلہ کا راز

ارشاد فرمایا کہ صحابہ کو بُرا کہنے والوں کو حماقت کی سند اللہ تعالیٰ نے دی ہے کہ یہ خالی احمق ہی نہیں مستقل احمق ہیں۔ ان کی حماقت مستقلہ ہے تاوقتیکہ توبہ نہ کریں اَلَا اِنَّھُمْ ھُمُ السُّفَھَآءُ میں ایک ھُمْ اور نازل فرماکر دوسرا جملہ مستقلہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ ھُمُ السُّفَھَآءُ یہ دوسرا ھُمْ پھر مبتدا نازل ہوا تاکہ مبتدا خبر بن کر ان کا استقلال حماقت قیامت تک ثابت رہے۔ انہوں نے ہمارے عاشقوں کو حقیر سمجھا تو یہ قیامت تک ہمیشہ کے لئے محروم ہیں اور ان کی حماقت پر جملہ مستقلہ نازل فرمایا۔ یہ جو میں کہہ رہا ہوں یہ علامہ محمود نسفی نے بھی تفسیر خازن میں تحریر فرمایا ہے۔ میں نے تفسیر میں بعد میں دیکھا اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی میرے قلب کو یہ علم عطا فرمایا لیکن میں نے تصدیق کے لئے تفسیر خازن دیکھی تو یہی بات تھی۔ آگے ارشاد ہے وَلٰکِنْ لَّا یَعْلَمُوْنَ ان کی حماقت اور جہل مفرد نہیں، بسیط نہیں مُرکّب جہل ہے۔ جہل بسیط وہ ہے کہ جس کا احساس جاہل کو ہو کہ میں جاہل ہوں اور جہل مُرکّب وہ جہالت ہے کہ جاہل بھی ہو اور اپنے کو عالم سمجھتا ہو تو علامہ محمود نسفی فرماتے ہیں کہ یہ ایسے سفیہ تھے کہ ان کو اپنی سفاہت کا علم ہی نہیں تھا اسفاہت مُرکّبہ میں مبتلا تھے۔ ان کا جہل بسیط نہیں مُرکّب تھا۔ لا یعلمون اسی لئے ہے۔ میرے قلب میں اللہ تعالیٰ نے یہ عطا فرمایا کہ جو لوگ صحابہ کو بُرا کہتے ہیں ان کو مولانا کہنا اس آیت سے جائز نہیں۔ جن کے علم پر اللہ کا لا داخل ہو وہ عالم کیسے ہوسکتے ہیں، ان کی جہالت تو قیامت تک کے لئے مستند ہوگئی۔ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں

لا یعلمون یہ تو بے علم لوگ ہیں پھر ان کو مولانا لکھنا کیسے جائز ہوگا۔ میں نے حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوریؒ سے عرض کیا کہ میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں ایک ناقد صحابہ کے متعلق تمام علماء کے اقوال اور تحریرات نقل کی ہیں تو فرمایا کہ اس کو مولانا مت لکھنا صاحب لکھ دو کہ بین الاقوامی لفظ ہے۔ مسٹر کو بھی صاحب کہتے ہیں کہ صاحب سیٹ پر نہیں ہیں۔ صاحب آ گئے، پکون میں پیشاب بھرا ہوا ہے مگر صاحب بولا جارہا ہے۔ لہٰذا صاحب لکھنے میں کوئی عزت نہیں ہے۔

حدیث اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا الخ کی شرح

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِيْ مِسْكِيْنًا اے اللہ ہمیں مسکین زندہ رکھیے وَ اَمِتْنِيْ مِسْكِيْنًا اور مسکینیت میں موت دیجیے وَاحْشُرْنِيْ فِيْ زُمْرَةِ الْمَسَاكِيْنَ اور قیامت کے دن مسکینوں میں اُٹھایئے۔ اس دُعا کو بمبئی کے ایک سیٹھ میرے پیر بھائی تین سال سے ڈر کے مارے نہیں پڑھ رہے تھے کہ میں مسکین ہوجاؤں گا تو زکوٰۃ کیسے نکالوں گا، مسجد مدرسہ کی مدد کیسے کروں گا۔ میں نے کہا کہ یہ بڑے بڑے صحابہ جو امیر تھے جیسے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور حضرت سیدنا عثمانؓ تو یہ دعا وہ کیوں پڑھتے تھے۔ یہاں مسکین سے مُراد وہ مسکین نہیں کہ تم مفلس ہوجاؤ اور تم پر زکوٰۃ فرض نہ رہے اور بھیک مانگنے لگو اور مستحق زکوٰۃ ہوجاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہوکر کیسے اپنی اُمت کو زکوٰۃ کا مستحق بنانا پسند کرتے کہ پیالہ لیکر زکوٰۃ مانگو اس کے معنی یہ نہیں ہیں بلکہ مسکین کے معنی ہیں المسکین ھو من

المسکنة والمراد بالمسکنة هی غلبة التواضع علی وجه الکمال مسکین مسکنت سے ہے اور مسکنت کہتے ہیں کہ کمال درجہ سے انسان اپنے آپ کو مٹادے اور دل میں بڑائی نہ رہے لہٰذا بادشاہت کے ساتھ مسکنت جمع ہوسکتی ہے۔ بادشاہ مسکین ہوسکتا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سلطان دوجہان ہوکر مسکین تھے۔ مطلب یہ ہے کہ غلبہ تواضع رہنا چاہیے۔ مال ہو مگر مال کا احساس نہ ہو، علم ہو لیکن علم کا احساس نہ ہو، نیک بنو لیکن نیکی کا احساس نہ ہو کہ ہم نیک ہیں۔ صالح ہونا تو فرض ہے مگر احساس صالحیت نہ رہے کہ ہم نیک ہیں۔ حضرت حکیم الامتؒ نے فرمایا کہ ایک صاحب بہت دیندار ہیں مگر ایک کمی ہے کہ اپنے کو دیندار بھی سمجھتے ہیں۔ تو فرمایا کہ تزکیۂ نفس فرض ہے مگر اپنے کو مزکّٰی سمجھنا حرام ہے۔ فَلَا تُزَكُّوْا اَنْفُسَكُمْ تزکیہ کی نسبت اپنی طرف کرنا حرام ہے۔

شکر اور کبر جمع ہونا محال ہے

ارشاد فرمایا کہ ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ بہت لوگ میرے مُرید ہورہے ہیں کہیں میرے دل میں بڑائی نہ آجائے۔ میں نے کہا جب بہت زیادہ مُرید ہوں یا لوگ آپ کی تعریف کریں تو فوراً کہو اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ وَ لَکَ الشُّکْرُ کہ اے اللہ تمام تعریفیں آپ کے لئے ہیں۔ شکر ہے آپ کا۔ ہم تو مٹی ہیں بس آپ کے کرم کے سورج کی شعاعیں پڑگئیں جو یہ مٹی چمک رہی ہے۔ یہ تو آپ کا کمال ہے ہمارا کیا ہے۔ اگر مٹی چمکتی ہے سورج کی شعاعوں سے تو یہ مٹی کا کمال نہیں ہے یہ سورج کی شعاعوں کا کمال ہے۔ اگر

مٹی کو ناز ہوجائے اور سورج اپنا رُخ پھیر لے تب پتہ چلے گا کہ مٹی میں کیا چمک ہے۔ لہٰذا تکبر کا بہترین علاج یہی ہے کہ جب کبھی کوئی تعریف کرے تو فوراً پڑھو اللّٰھم لک الحمد و لک الشکر شکر سے قرب ہوتا ہے اور تکبر سے دوری ہوتی ہے یعنی شکر سبب قرب ہے اور کبر سبب بُعد ہے اور سبب قرب اور سبب بُعد کا جمع ہونا محال ہے لہٰذا اللہ کا شکر کرتے ہی تکبر بھاگ جائے گا جیسا کہ ایک مچھر نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی عدالت میں مقدمہ دائر کیا کہ جب اپنا پیٹ بھرنے کے لئے میں خون چوستا ہوں تو ہوا مجھے اُڑا کر لے جاتی ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا کہ عدالت میں مدعی اور مدعا علیہ دونوں کا موجود ہونا ضروری ہے لہٰذا تم مدعی ہو میں ابھی مدعا علیہ کو بلاتا ہوں اور ہوا کو حاضر ہونے کا حکم دیا۔ جب ہوا آئی تو یہ بھاگ گیا اور اور کہا کہ میں بھاگا نہیں ہوں بھگایا گیا ہوں کیونکہ ہوا کے سامنے میں ٹھہر نہیں سکتا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ہوا سے فرمایا کہ تُو چلی جا۔ جب مچھر آیا تو آپ نے ڈانٹ کر فرمایا کہ جب مدعا علیہ آیا تو تم کیوں بھاگ گئے۔ اس نے کہا یہی تو رونا ہے کہ جب ہوا آتی ہے تو میرا وجود نہیں رہتا اور میرا پیٹ نہیں بھرتا۔ میں خون چوسنے میں لگا ہوتا ہوں کہ ہوا آتی ہے اور مجھے بھگادیتی ہے۔ مولانا رومیؒ نے اس واقعہ کو بیان کرکے فرمایا کہ جب اللہ اپنی تجلیات خاصہ سے تمہارے دل میں متجلی ہوگا تو تمہارے اندھیرے خود ہی نہیں رہیں گے۔

می گریزد ضدہا از ضدہا
شب گریزد چوں بر افروزد ضیا

جب آفتاب نکلتا ہے تو رات خود بھاگتی ہے اسے بھگانا نہیں پڑتا لہٰذا ظلمات

کو بھگانے کی فکر نہ کرو آفتاب سے دوستی کرلو، اندھیرے خود بخود بھاگ جائیں گے۔ لہٰذا جب مخلوق تعریف کرے تو کہیے اللّٰھم لک الحمد و لک الشکر اللہ تعالیٰ کے شکر سے اپنے اوپر سے نظر ہٹ جائے گی اور اللہ کی عطا پر ہوجائے گی جس سے اللہ کا قرب نصیب ہوگا اور قرب اور بُعد کا جمع ہونا محال ہے لہٰذا جب شکر پیدا ہوگیا تو تکبر خود بھاگ جائے گا۔ اس جواب سے وہ عالم بہت خوش ہوئے۔

تربیت یافتہ اور غیر تربیت یافتہ اہل علم کا فرق

ارشاد فرمایا کہ جو عالم پندار علم کی وجہ سے اللہ والوں سے مستغنی رہتا ہے، ان کی صحبت میں رہ کر اپنی اصلاح نہیں کراتا، اہل اللہ کے ناز نہیں اٹھاتا تقویٰ کے مجاہدات سے نہیں گذرتا میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحب فرماتے تھے کہ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کچا کباب کہ اس میں لونگ الائچی گرم مسالہ سب پڑا ہوا ہے لیکن تلا نہیں گیا، شکل تو اس کی کباب کی سی ہے لیکن اس میں خوشبو اور ذائقہ نہیں آئے گا جو اس کو کھائے گا تھو تھو کرے گا اور کہے گا کہ

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں بھی نہ نکلا

ہم تو سمجھتے تھے کہ مولویوں سے اللہ کی خوشبو ملتی ہے، توبہ توبہ یہاں تو اُلٹا ہی معاملہ ہے اس کے علم اور عمل میں فاصلے ہوں گے اور جو مولوی اللہ والوں کے سامنے اپنے نفس کو مٹادے، اپنی اصلاح کرالے وہ ایسا ہے جیسے تلا ہوا کباب

کہ اس کی خوشبو سے کافر بھی کہتا ہے کہ بُوئے کباب مارا مسلماں کرد، اس کباب کی خوشبو تو مجھے مسلمان کئے دے رہی ہے۔ جدھر سے کوئی اللہ والا گذرتا ہے تو کافر بھی کہتا ہے کہ کوئی اللہ والا جارہا ہے۔ انہیں علماء کی خوشبو اُڑی ہے، اُمّت کو انہیں علماء سے فیض ہوا ہے جنہوں نے اللہ والوں کی جوتیاں اٹھائی ہیں۔ تاریخ اس پر شاہد ہے اور ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمائی کہ کہیں ایک خیمہ لگا ہوا ہے جس پر لکھا ہے خیمۂ لیلیٰ لیکن اندر جھانک کر دیکھا تو کُتّا بندھا ہوا ہے۔ بس یہی حال ہے ان غیر صحبت یافتہ غیر تربیت یافتہ لوگوں کا کہ اوپر تو لیبل مولوی کا لگا ہوا ہے لیکن مولیٰ دل میں نہیں ہے کیونکہ مولیٰ والوں سے مولیٰ کی محبت اور یقین اور احسانی کیفیت حاصل نہیں کی تو جب ان خیموں میں جھانکتے ہیں تو کہتے ہیں یہاں خیمہ کے اندر تو قربانی کی کھال رکھی ہوئی ہے۔ اُمّت حیران ہوتی ہے کہ ہم تو سمجھتے تھے کہ ان کے دل میں اللہ ہے لیکن ان کے اخلاق اور اعمال سے ظاہر ہوجاتا ہے کہ دل میں دُنیا ہے۔ جن کو اہل اللہ کی خدمت میں جاتے ہوئے عار آتی ہے ان کو قربانی کی کھالوں کے لئے اور چندوں کے لئے مالداروں کی خوشامد کرتے ہوئے عار نہیں آتی۔ یہ اہل اللہ سے استغناء کا وبال ہے۔ میرے بیٹے مولانا مظہر صاحب کے پاس فون آیا کہ گائے کی کھال تیار رکھی ہوئی ہے۔ کوئی آدمی بھیج دیجئے تو مولانا مظہر نے کہا کہ کیا آپ آدمی نہیں ہیں جو آدمی مانگ رہے ہیں۔ یہ کہنے کے لئے بھی بڑا دل گردہ چاہئے۔ یہ بزرگوں کی صحبت کا اثر ہے۔ ان کو حضرت مولانا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم سے اجازت بھی حاصل ہے۔ یہ میرے بیٹے بھی ہیں شاگرد بھی ہیں اور مُرید بھی ہیں۔ انہوں نے جامعہ اشرفیہ سے خط لکھا تھا کہ میں یہاں بڑے بڑے علماء کی تقریریں سُن رہا

ہوں مگر آپ کی تقریر میں جو مزہ آتا تھا وہ یہاں مجھے نصیب نہیں ہے۔ یہ مناسبت کی بات ہے۔ مجھ سے انہیں بے انتہا مناسبت ہے۔ باپ بیٹے میں مناسبت ایک نعمت عظمیٰ ہے۔ اپنی تقریروں میں بھی یہ زیادہ تر میرے ہی مضامین بیان کرتے ہیں اللّٰھم لک الحمد و لک الشکر اللہ تعالیٰ ان سے خوب دین کا کام لے اور قبول فرمائے اور میرے لئے صدقۂ جاریہ بنائے آمین۔

چوبیس گھنٹے کا عبادت گذار

۶ رمضان المبارک ۱۳۱۸ھ مطابق ۵ جنوری ۱۹۹۸ء بروز دوشنبہ

ارشاد فرمایا کہ ذکر کا سب سے اونچا مقام یہ ہے کہ اپنے مالک کو ایک سانس اور ایک لمحہ کو ناراض نہ کرو۔ کوئی شخص چوبیس گھنٹے کماً و کیفاً زماناً و مکاناً کیسے ذکر کرسکتا ہے لیکن جو شخص تقویٰ سے رہتا ہے، گناہ سے بچتا ہے وہ چوبیس گھنٹے ذاکر ہے، اس سے بڑا اللہ کو یاد کرنے والا کوئی اور نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَکُنْ اَعْبَدَ النَّاسِ حرام سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گذار ہوجاؤ گے۔ ایک آدمی دس پارہ تلاوت کرتا ہے، بیس رکعات نفل پڑھتا ہے، ہرماہ عمرہ کرتا ہے لیکن تقویٰ والے کو سب سے بڑا عبادت گذار کیوں فرمایا گیا؟ کیونکہ عابد زیادہ سے زیادہ آٹھ گھنٹے عبادت کرلے گا، دس گھنٹے عبادت کرلے گا اس کے بعد دماغ ماؤف ہوجائے گا اور عبادت پر قادر نہ ہوسکے گا۔ عابد کو کبھی عبادت زمانیہ حاصل ہوتی ہے، کبھی عبادت مکانیہ حاصل ہوتی ہے۔ کسی

زمانہ میں عبادت کرے گا اور کسی زمانہ میں نہیں کر پائے گا، کسی مکان میں عبادت کرے گا اور کسی میں نہیں کرپائے گا لہٰذا اس کا کوئی زمانہ عبادت سے معمور ہوگا، کوئی زمانہ خالی ہوگا، کوئی مکان عبادت والا ہوگا اور کوئی عبادت سے خالی ہوگا لیکن متقی یعنی گناہ نہ کرنے والا زماناً و مکاناً کماً و کیفاً چوبیس گھنٹے عبادت میں ہے، چوبیس گھنٹے ذاکر ہے کیونکہ اللہ کو ناراض نہیں کررہا ہے اس لئے اعبدالناس ہے اگر چہ کچھ نہیں کررہا ہے، نہ نفل پڑھ رہا ہے نہ تلاوت کررہا ہے نہ ذکر کررہا ہے، خاموش بیٹھا ہے لیکن عبادت میں ہے کیونکہ کوئی گناہ نہیں کررہا ہے۔ سو رہا ہے تو بھی عبادت میں ہے، بیوی بچوں سے بات کررہا ہے تو بھی عبادت میں ہے کیونکہ کسی گناہ میں مبتلا نہیں ہے اس لئے اس کا ہر زمان اور ہر مکان نور تقویٰ سے مشرف ہے، لہٰذا متقی کو ذکر دوام اور عبادت دائمہ حاصل ہے۔ بتائیے اللہ کو ناراض نہ کرنا کیا عبادت نہیں ہے؟ یہی وہ عبادت ہے کہ بہ نص قطعی جس سے اللہ کی ولایت اور دوستی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنْ اَوْلِیَآءُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ صرف متقی بندے اللہ کے اولیاء ہیں۔ تقویٰ غلامی کے سر پر ولایت کا تاج رکھتا ہے۔ لیکن متقی کے معنی یہ نہیں ہیں کہ کبھی اس سے خطا ہی نہ ہوگی۔ احیاناً کبھی صدور خطا بھی ہوسکتا ہے لیکن وہ خطا پر قائم نہیں رہ سکتا اور گریہ و زاری اشکباری آہ و زاری سے پھر اللہ کی یاری حاصل کرلیتا ہے۔ یہ صاحب خطا بہ برکت استغفار و توبہ صاحب عطا ہوجاتا ہے۔ ایسا شخص بھی متقین کے زمرہ میں شمار ہوگا۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ متقی رہنا اتنا ہی آسان ہے جتنا باوضو رہنا۔ وضو ٹوٹ جائے تو دوبارہ وضو کرکے آدمی باوضو ہوجاتا ہے اسی طرح اگر کبھی تقویٰ ٹوٹ جائے تو پھر توبہ و

استغفار کرلو آپ متقی کے متقی ہیں ۔ خطا پر ندامت و آہ آپ کو دائرۂ تقویٰ سے خارج نہیں ہونے دے گی ؎

ہے عبادت کا سہارا عابدوں کے واسطے
اور تکیہ زہد کا ہے زاہدوں کے واسطے
اور عصائے آہ مجھ بے دست و پا کے واسطے

تقویٰ کی بے مثل لذت

ارشاد فرمایا کہ اللہ نے اتنا مزہ تقویٰ میں رکھا ہے جو جنت میں بھی نہیں ہے کیونکہ وہاں نفس امارہ نہیں ہے لہٰذا نفس امارہ کے تقاضوں سے بچنے میں، گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے میں، نظر کی حفاظت میں جو مزہ ہے وہ اس دنیا ہی میں ملتا ہے جنت میں نہیں ملے گا ۔ جنت دار العمل نہیں ہے دار الجزاء ہے، جنت ثمرۂ تقویٰ تو ہے لیکن گناہ سے بچنے کی لذت تقویٰ اس دنیا ہی میں حاصل ہوسکتی ہے، گناہ سے بچنے کا غم اٹھانے کی لذت جنت میں نہیں ملے گی ۔ لہٰذا تقویٰ اختیار کیجئے چاہے کچھ ذکر نہ کیجئے میں اللہ کے بھروسے پر کہتا ہوں کہ مزے میں کسی سے کم نہ رہو گے بلکہ اہل مزہ آپ پر رشک کریں گے سلاطین کائنات کے تخت و تاج رشک کریں گے، تمکیات لیلائے کائنات رشک کریں گے، زمین و آسمان رشک کریں گے چاند اور سورج کی روشنی آپ کو لوڈشیڈنگ معلوم ہوگی ۔ ولایت کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر رکھی ہے ذکر و نوافل پر نہیں ۔ یہ الگ بات ہے کہ جو اللہ کا ولی ہوجاتا ہے وہ بغیر ان کو یاد کئے نہیں رہ سکتا لیکن بنیاد ولایت تقویٰ ہے کما قال تعالیٰ ان اولیاءُہٗ الا

المتقون تقویٰ ذکر منفی ہے جو ذکر مثبت (ذکر لسانی و اعمال نافلہ) سے بڑھ کر ہے۔

سب سے بڑی سُنّت

ارشاد فرمایا کہ ایک سب سے اہم سُنّت یہ ہے کہ کسی وقت اللہ کو ناراض نہ کیا جائے۔ تقویٰ سب سے بڑی سُنّت ہے۔ یہی تقویٰ ہے جو ہماری غلامی کے سر پر اللہ کی ولایت کا تاج رکھتا ہے اور آسان بھی اتنا کہ کام نہ کرو اور مزدوری لے لو یعنی گناہ کے کام نہ کرو، نامحرموں کو نہ دیکھو، چوری نہ کرو، غیبت نہ کرو وغیرہ اور ثواب لے لو اور ثواب کیا ہماری دوستی لے لو۔ ہم تمہیں تقویٰ کی برکت سے اپنا دوست بنالیں گے۔

قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے

ارشاد فرمایا کہ کونوا مع الصادقین سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے جیسے کوئی باپ اپنے بچوں سے کہے کہ میرے بچو روزانہ آدھا کلو دودھ پیا کرو اور دودھ کا انتظام نہ کرے تو وہ ظالم ہوگا کہ نہیں اور اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔ جب وہ اپنے بندوں کو حکم دے رہے ہیں کہ اگر تم تقویٰ حاصل کرنا چاہتے ہو یعنی میرا ولی بننا چاہتے ہو تو میرے خاص بندوں کے ساتھ، متقین کے ساتھ رہ پڑو تو متقین کو پیدا کرنا احساناً اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ اپنے اولیاء کے پاس بیٹھنے کا حکم دیں اور اولیاء پیدا نہ کریں یہ محال ہے۔ جو شخص یہ کہتا ہے کہ اب اولیاء اللہ نہیں رہے وہ

آیت کونوا مع الصادقین کا منکر ہے وہ گویا اس کا قائل ہے کہ نعوذ باللہ قرآن پاک کے اس جُزء پر اب عمل نہیں ہوسکتا۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے جب کونوا مع الصادقین کا حکم دیا تو اپنے کلام کی عظمتوں کا پاس رکھنا خود صاحب کلام کے ذمہ ہے، یہ محال ہے کہ اللہ اپنے کلام کی لاج نہ رکھے لہٰذا قیامت تک متقین پیدا ہوتے رہیں گے۔

عاشقوں کی قومیت

۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۸ جنوری ۱۹۹۸ء بروز جمعرات بعد فجر ساڑھے چھ بجے بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی (جنوبی افریقہ، برطانیہ، امریکہ، ہندوستان، بنگلہ دیش سے تشریف لانے والے علماء کے محضر میں درس مثنوی مولانا روم اس سال شعبان کے آخری عشرہ سے ان علماء کی درخواست پر حضرت والا روزانہ بعد فجر مثنوی کا درس دے رہے ہیں جو ان شاء اللہ تعالیٰ علیحدہ شائع ہوگا۔ ملفوظات کی اس جلد میں صرف چند ملفوظات اس درس سے مختص کئے گئے۔ جامع)

دوران درس مثنوی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آیت یحبھم و یحبونہ نازل کرکے بتادیا کہ میں اپنے عاشقوں سے محبت کرتا ہوں اور یہ مجھ سے محبت کرتے ہیں لیکن قدم اللہ تعالیٰ محبتہ علیٰ محبۃ عبادہ لیعلموا انھم یحبون ربھم بفیضان محبۃ ربھم اللہ نے اپنی محبت کو اپنے بندوں کی محبت سے پہلے بیان کیا تاکہ میرے بندے جان لیں کہ ان کو جو محبت میرے ساتھ ہے یہ میری ہی محبت کا فیض ہے۔

محبت دونوں عالم میں یہی جا کر پکار آئی
جسے خود یار نے چاہا اسی کو یاد یار آئی

یہ آیت مرتدین کے مقابلہ میں نازل ہوئی کہ جو مرتد ہوئے یہ بے وفا تھے، ان کو مجھ سے محبت نہیں تھی، یہ اہل محبت نہیں تھے۔ اب ان کے مقابلہ میں فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ نازل کر رہا ہوں کہ میں ایک قوم عاشقوں کی پیدا کروں گا جن سے میں محبت کروں گا اور جو مجھ سے محبت کریں گے۔ معلوم ہوا کہ عاشقوں کا وجود اللہ تعالیٰ کی طرف سے فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ کا ظہور ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا چونکہ اتیان میں تو سوف ہے لیکن اس کا تسلسل منقطع نہیں ہے لہٰذا آج بھی جو اللہ کی محبت میں مست ہو یا جو اپنے اللہ والے شیخ پر عاشق ہو تو سمجھ لو کہ یہ فَسَوۡفَ یَاۡتِی اللّٰہُ بِقَوۡمٍ کا ایک فرد ہے۔ کون سی قوم؟ یُحِبُّھُمۡ وَ یُحِبُّوۡنَہٗ کی قوم۔ یہ ایک قوم ہے، اپنے عاشقوں کو اللہ نے ایک قوم قرار دیا ہے۔ لہٰذا ہم سب ایک قوم ہیں اگرچہ کوئی پنجابی کوئی بنگالی کوئی ہندوستانی کوئی فارسی کوئی عربی ہو، ہزاروں ملکوں کے ہوں، ہزاروں زبانوں کے ہوں مگر ہم مختلف اقوام نہیں ایک ہی قوم ہیں، معلوم ہوا قومیت ملکوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا کہ قومیت زبانوں سے نہیں بنتی معلوم ہوا قومیت صوبوں سے نہیں بنتی، معلوم ہوا قومیت رنگ و نسل الوان اور السنہ (رنگوں اور زبانوں) سے نہیں بنتی، ملکوں، علاقوں، خاندان اور قبائل سے نہیں اللہ کے عشق سے قومیت بنتی ہے، عالم میں جتنے اللہ کے عاشق ہیں سب ایک قوم ہیں۔ اگر ہر ملک اور ہر علاقے کے عاشقانِ خدا الگ الگ قومیں ہوتیں تو اللہ تعالیٰ فسوف یاتی اللہ باقوامٍ نازل فرماتے کہ ہم بہت سی اقوام پیدا کریں گے۔ لیکن فسوف یاتی اللہ بقومٍ مفرد نازل کر کے بتا دیا کہ سارے عالم کے

عاشق ایک ہی قوم ہیں ۔ جو بھی اللہ کا عاشق ہے وہ ہماری قوم میں داخل ہے اور جو ان کا عاشق نہیں وہ ہماری قوم سے نہیں اگرچہ ہمارے وطن کا ہو، اگرچہ ہمارا قریبی رشتہ دار ہو ۔ ہمارا خون، ہماری زبان، ہمارا ملک، ہمارا صوبہ، ہمارا علاقہ ہماری قوم نہیں ہے، ہماری قوم اللہ کے عاشقین سے بنتی ہے ۔ اس قومیت کے اجزائے ترکیبی دو ہیں ایک یحبھم اور دوسرا یحبونہ یعنی جن سے اللہ محبت کرتا ہے اور جو اللہ سے محبت کرتے ہیں ۔ یہ قوم وہ ہے جس کو خالق اقوام نازل فرمارہا ہے ۔ امریکہ برطانیہ اور دنیا بھر کے کافر اس قوم کو کیا جانیں، ان کی قومیت تو رنگ و نسل ملک اور قوم اور زبانوں کے اختلاف کی بنیادوں پر بنتی ہے جس کا نتیجہ بغض و نفرت و عداوت ہے ۔ پیدا کرنے والا جانتا ہے کہ قومیت کیا چیز ہے ۔ جس نے ہم سب کو پیدا کیا اس کی بتائی ہوئی قومیت معتبر ہے یا ان کافروں کی بنائی ہوئی ؟ اس قوم کی امتیازی شان رنگ و نسل زبان اور ملک نہیں ہے اس کی امتیازی شان یحبھم و یحبونہٗ ہے کہ یہ قوم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے محبت کرتے ہیں ۔

لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے یحبھم فرمایا کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے مگر کیسے معلوم ہو کہ اللہ ان سے محبت کررہا ہے ؟ یحبھم کی ضمیر ھُم کے افراد کو اب متعین نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نزول وحی بند ہوچکا، اب جبرئیل علیہ السلام نہیں آسکتے، نص قطعی سے تعین نہیں ہوسکتا کہ فلاں فلاں اشخاص سے اللہ کو محبت ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ کی محبت کے ادراک کا اب کون سا تھرمامیٹر ہے کون سی دلیل ہے کیونکہ اللہ کی محبت اپنے بندوں کے ساتھ مخفی ہے لیکن اللہ کے بندوں کی محبت اللہ کے ساتھ تو ظاہر ہے ؎

عشق من پیدا و دلبر ناپدید

میرا عشق تو ظاہر ہے لیکن میرا محبوب پوشیدہ ہے ۔ میرا عشق یعنی وضو کرنا ، نماز پڑھنا ، روزہ رکھنا ،طواف کرنا ، جہاد کرنا ، سر کٹانا سب ظاہر ہے مگر محبوب پوشیدہ ہے ۔

در دو عالم ایں چنیں دلبر کہ دید

دونوں عالم میں ایسا محبوب دکھاؤ کہ جس کو دیکھا بھی نہیں لیکن ایک ہی دن میں ستر شہید احد کے دامن میں لپیٹے ہوئے ہیں ۔ اسی طرح آج بھی بندوں کی محبت تو میرے ساتھ ظاہر ہورہی ہے لیکن اے دنیا والو یحبھم کا علم تمہیں کیسے ہوگا ، تم کیسے جانوگے کہ میں بھی ان سے محبت کرتا ہوں کیونکہ نزول وحی بند ہوچکا لہٰذا آگے دلیل موجود ہے و یحبونہ جو لوگ مجھ سے محبت کررہے ہیں تو سمجھ لو کہ میں بھی ان سے محبت کررہا ہوں ۔ جس پر یحبونہ کے آثار دیکھو تو سمجھ لو کہ یہ میری ہی محبت کا فیضان ہے ۔ یحبھم و یحبونہ اللہ تعالیٰ نے مضارع سے نازل فرماکر بتا دیا کہ میرے عشاق حال میں بھی میرے باوفا رہیں گے اور مستقبل میں بھی میرے باوفا رہیں گے ۔ یہی آیت دلالت کرتی ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہنا چاہیے تاکہ اللہ تعالیٰ کی دائمی وفاداری حاصل ہوجائے ۔

اور اس آیت کا نزول سارے عالم کے عاشقوں میں رابطہ اور محبت میں اضافہ کا ضامن ہے کیونکہ جب ان کو معلوم ہوگا کہ ہم سب ایک قوم ہیں تو ہر قوم اپنی قوم کو محبوب رکھتی ہے ۔ جن بچوں کو معلوم ہو کہ ہم ایک باپ کی اولاد ہیں ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور جن کا تعلق باپ سے کمزور ہوتا ہے انہیں کی آپس میں لڑائی ہوتی ہے جو اللہ کی محبت سے محروم ہیں وہی آپس میں لڑتے ہیں ۔ اور اہل محبت چونکہ سمجھتے ہیں کہ ہم ایک قوم ہیں ، ایک

جان ایک قالب ہیں اسی لئے ان کے قلب اور قالب پر اللہ کی محبت غالب ہے۔ ایک قوم ہونے کے احساس سے محبت میں خود بخود اضافہ ہوجاتا ہے۔ سارے عالم میں کسی ملک کسی علاقہ کا کوئی اللہ والا پاجاتا ہے تو ہر اللہ والا اس کی محبت محسوس کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ کے عاشقوں میں کبھی لڑائی نہیں ہوتی۔ ایک عاشق دوسرے عاشق سے مل کر مست ہوجاتا ہے کیونکہ یہ فسوف یاتی اللہ بقوم کا فرد ہے

یوں تو ہوتی ہے رقابت لازماً عشاق میں
عشق مولیٰ ہے مگر اس تہمت بد سے بری

بتائیے کیا یہ علوم اختر پر اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم نہیں ہیں کہ قرآن پاک کی آیات سے تصوف کے مسائل کا استخراج و استنباط ہو رہا ہے اور آج زندگی میں پہلی بار یحبھم و یحبونہ سے عاشقوں کا ایک قوم ہونا اللہ تعالیٰ نے قلب پر منکشف فرمایا اور میرا دل کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اختر کو اس علم میں خاص فرمایا، شاید ہی کسی کا ذہن اس طرف گیا ہو کہ اللہ کا ہر عاشق خواہ کسی ملک، کسی علاقے، کسی رنگ کسی نسل کا ہو یہ سب ایک قوم میں داخل ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فسوف یاتی اللہ بقوم نازل فرمایا باقوام نازل نہیں فرمایا۔ قرآن پاک کے علوم غیر محدود ہیں۔ جب صاحب کلام غیر محدود ہے تو اس کے کلام کے لطائف اور خوبیاں کیسے محدود ہوں گی۔ غیر محدود ذات کی ہر صفت بھی غیر محدود ہوتی ہے اور یہ بات بھی ذہن نشین رہنی چاہیے کہ یہ تفسیر نہیں بلکہ اسرار و لطائف قرآنیہ ہیں۔

اہل محبت کے محفوظ عن الارتداد ہونے کی دلیل

درس کے دوران ارشاد فرمایا کہ جتنے مُرتد ہیں یہ بے وفا ہیں محبت والے نہیں ہیں، وفاداری سے عاری ہیں خشک ہیں۔ اس حقیقت کو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے ایک شعر میں پیش کیا ہے ؎

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے

سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

اگر قیامت تک ہمیں اللہ زندگی دے دے تو ہم اپنی پیشانی کو قیامت تک اللہ کی چوکھٹ پر رگڑتے رہیں گے، قیامت تک ہماری پیشانی اللہ کے در پر رہے گی۔ یہ زاہد خشک کا سر نہیں ہے کہ اس در کو چھوڑ کر بھاگ جائے یہ اللہ کے عاشقوں کا سر ہے۔

اگر اہل محبت بھی بے وفا ہوتے تو مُرتدین کے مقابلہ میں یہ آیت یحبھم و یحبونہ نازل نہ ہوتی۔ یہ آیت نازل فرما کر اللہ تعالیٰ نے بتادیا کہ مُرتدین جو بے وفاؤں کی کلی مشکک کے فرد کامل ہیں یعنی جو بے وفائی کے انتہائی مقام پر پہنچ گئے ان کے مقابلہ میں وفاداری کی کلی مشکک کے فرد کامل یعنی وفاداری کے انتہائی مقام پر پہنچنے والی قوم کو ہم پیدا کررہے ہیں جن کی شان یحبھم و یحبونہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت فرمائیں گے اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔ اسلام لانے کے بعد جو مُرتد ہوگئے وہ انتہائی بے وفا، غدار اور شقی القلب تھے۔ لہٰذا انتہائی درجہ کی بے وفا قوم کے مقابلہ میں انتہائی درجہ کی وفادار قوم پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کے ذمہ فضلاً و احساناً لازم تھا ورنہ مقابلہ صحیح نہ ہوتا۔ دو من طاقت والے پہلوان کے مقابلہ میں ڈیڑھ من

طاقت والا پہلوان نہیں لایا جاتا بلکہ ڈھائی من کا لایا جاتا ہے۔ لہٰذا انتہائی بے وفا قوم کے مقابلہ کے لئے انتہائی وفادار قوم اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی۔ اس آیت سے ثابت ہوا کہ اہل محبت کبھی مُرتد نہیں ہوسکتے۔ اگر اہل محبت بھی بے وفا ہوتے تو لازم آتا کہ نعوذ باللہ مُرتد کا مقابلہ اللہ تعالیٰ نے مُرتد سے کیا ہے۔ یہ مقابلہ پھر مقابلہ کہاں رہتا۔ مقابلہ تو ضد سے ہوتا ہے لہٰذا اہل ارتداد کا مقابلہ اس آیت میں اہل وفا سے ہوا ہے جس سے معلوم ہوا کہ یہ قوم جس کی صفت یحبھم و یحبونہ ہے یہ اہل وفا ہے۔ اس قومیت کے عالم میں جتنے افراد ہوں گے وہ کبھی مُرتد نہیں ہوں گے، بے وفا نہیں ہوں گے، اللہ کا دروازہ نہیں چھوڑیں گے اور نبی کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔ جو مُرتد ہوئے وہ پہلے نبی ہی سے بھاگے۔ جس نے نبی کو چھوڑ دیا اس نے اللہ کو چھوڑ دیا۔ اسی طرح اہل محبت اپنے مرشد کو چھوڑ کر نہیں بھاگتے، مرشد سے بھاگنے والے بھی بے وفا ہوتے ہیں۔ جن کے دل میں اللہ کی محبت نہیں ہوتی ان کے دل میں اہل اللہ کی محبت بھی نہیں ہوتی اور جس کے دل میں اہل اللہ کی محبت نہیں ہوتی اللہ تعالیٰ بھی اس سے محبت نہیں کرتے۔ اللہ کے پیاروں کے صدقہ میں اللہ کی محبت نصیب ہوتی ہے۔ جو نبی پر ایمان نہیں لائے کیا اللہ نے ان سے محبت کی؟ کیا ابوجہل اور ابولہب سے اللہ نے محبت کی؟ نبی پر ایمان نہ لانے سے اللہ کے غضب کے مورد ہوئے اور ان کی دُنیا اور آخرت تباہ ہوگئی۔ اسی طرح جو نائبین رسول سے، اہل اللہ اور مشایخ سے محبت نہیں رکھتے اللہ کی محبت و عنایت سے محروم رہتے ہیں اور جو ان سے محبت کرتے ہیں ان کو اللہ کی محبت نصیب ہوجاتی ہے۔

اوراس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت بھی ہے کہ اہل محبت کا خاتمہ بھی

ایمان پر ہو گا۔ جس سے اللہ محبت کرے اور جو اللہ سے محبت کرے گا بھلا اس کا خاتمہ خراب ہو گا؟

اس لئے حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے سالکین کو مشورہ دیا ہے کہ اہل محبت کی صحبت میں رہو تاکہ ان کی صحبت کی برکت سے تمہارے اندر بھی اللہ کی محبت آجائے اور اس کی تائید میں التشرف فی احادیث التصوف میں یہ حدیث نقل فرمائی سائل العلماء مسائل علماء سے پوچھتے رہو و جالسوا الکبراء بڑے بوڑھوں کے پاس بیٹھا کرو کہ کوئی بات عقل اور تجربہ کی معلوم ہوجائے گی و خالطوا الحکماء اور حکماء یعنی اہل اللہ اور اہل محبت کے پاس رہ پڑو۔

مثنوی کے ایک شعر کی شرح

دوران درس حضرت والا نے مثنوی کا یہ شعر پڑھا کہ ؂

تشنگاں گر آب جویند از جہاں

آب ہم جوید بہ عالم تشنگاں

فرمایا کہ اگر پیاسے لوگ دنیا میں پانی کو تلاش کرتے ہیں تو پانی بھی اپنے پیاسوں کو تلاش کرتا ہے۔ کیسا پیارا شعر ہے۔ اس سے کتنی محبت معلوم ہوتی ہے اور کیسی اُمید بندھ جاتی ہے کہ اگر ہم شیخ سے محبت کریں گے تو شیخ خود ہم کو تلاش کرے گا اور ہم سے محبت کرے گا۔ میں چند منٹ کو بھی کہیں جاتا تھا تو میرے شیخ پوچھتے تھے کہ حکیم اختر کہاں گئے۔ مجھے مزہ آتا تھا کہ بابا تلاش کررہے ہیں۔ لوگ معشوق بننا چاہتے ہیں مولانا فرماتے ہیں کہ عاشق بن کر رہو؂

ترک کن معشوقی و کن عاشقی
اے گماں بردہ کہ خوب و فائقی

معشوقیت چھوڑ دو، عاشقی اختیار کرو ورنہ پیمائش دینی پڑے گی کہ گردن کتنی لمبی ہے، سینہ کتنا چوڑا ہے۔ ناک کی اُٹھان کتنی ہے آنکھیں کیسی ہیں اور عاشق بننے میں کوئی ناپ تول نہیں، عاشقوں کی کوئی پیمائش نہیں ہوتی۔ ایک کالا اور بدصورت بھی عاشق ہوسکتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں کہ معشوق نہ بنو اپنی خوبیوں اور کمالات پر نظر نہ کرو کہ میں بڑا متقی عابد اور پرہیز گار ہوں کہ تمہاری ہر خوبی میں نفی نکل سکتی ہے، تم اللہ کی عظمت کے شایان شان بندگی کا حق ادا نہیں کرسکتے لہٰذا عاشق بن جاؤ کہ سراپا عیب ہوتے ہوئے بھی بندہ اللہ کا عاشق ہوسکتا ہے۔ عاشق کہہ سکتا ہے کہ اے اللہ میرے اندر تو کوئی خوبی نہیں لیکن میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کو عجب و ناز پسند نہیں شکستگی پسند ہے۔ لہٰذا عاشقوں پر ہر وقت فضل کی بارش ہورہی ہے۔ دیکھو سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سب سے زیادہ محبت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی اور جب انہوں نے جنگ اُحد میں خون مبارک صلی اللہ علیہ وسلم بہتے ہوئے دیکھا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تلوار نکالی اور کافروں کی طرف جھپٹے اور اعلان کیا کہ آج یا تو صدیق شہید ہوجائے گا یا ایک کافر کو نہیں چھوڑوں گا۔ مجھ سے خون نبوت نہیں دیکھا جاتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جھپٹ کر ان کو پکڑ لیا اور فرمایا شم سیفك اے صدیق اپنی تلوار کو میان میں رکھ لے لا تفجعنا بنفسك مجھے اپنی جدائی سے غمگین نہ کر۔ معلوم ہوا کہ صدیق کی زندگی شہداء سے افضل ہے اور پیغمبر صدیق کی حیات کا عاشق ہوتا ہے کیونکہ صدیق کار نبوت کو انجام دیتا ہے۔ صدیقین کا

درجہ شہداء سے زیادہ ہوتا ہے ۔ من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین آیت کی ترتیب بھی یہ بتارہی ہے ۔

ترکِ سگریٹ نوشی کے متعلق ایک عجیب استدلال

ارشاد فرمایا کہ علامہ شامی ابن عابدین لکھتے ہیں فان سنۃ السواک تذکر کلمۃ الشھادۃ عندالموت مسواک کی سُنّت میں خاصیت ہے کہ موت کے وقت کلمہ یاد دلادیتی ہے ۔ اس کا راز ہے اتباعِ سُنّت اور اس سُنّت کی وجہ منہ کی صفائی ہے ۔ چونکہ آپ کو جبرئیل علیہ السلام سے گفتگو کرنی پڑتی تھی اس لئے آپ بہت زیادہ مسواک کرتے تھے ۔ اور ہم سب کو بھی تو نماز میں اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضری نصیب ہے ۔ تو جب مُنہ کی صفائی پر حُسنِ خاتمہ کی بشارت ہے تو مُنہ کی گندگی پر کہیں سُوء خاتمہ نہ ہوجائے ۔ اس لئے بھی سگریٹ چھوڑ دینا چاہئے کیونکہ اس سے مُنہ میں بدبو آجاتی ہے ۔

رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ کی تشریح کی ایک دل نشین تمثیل

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ ۱۲ جنوری ۱۹۹۸ء دوشنبہ
بعد فجر ۹ بجے خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی ۔

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آج ایک علم عظیم عطا فرمایا کہ جیسے ایک باپ کے کئی بچے ہیں ۔ ان میں کچھ قوی ہیں کچھ کمزور ہیں ۔ قوی نے کسی کمزور بھائی کے طمانچہ مار کر اس سے کوئی چیز چھین لی تو وہ کمزور چلاتا ہے کہ ابا ابا دیکھو یہ بھائی مجھے ماررہا ہے ۔ یہ کیوں چلاتا ہے؟ باپ کی شفقت کی وجہ

ہے ۔ معلوم ہوا کہ باپ کی شفقت کا ایک رنگ یہ بھی ہے کہ بچے اس کو پکاریں ۔ مغلوب بچے غالب بچوں کے مقابلہ میں باپ کو پکاریں ۔ میرے قلب کو اللہ نے آج یہ علم عطا فرمایا کہ ماں باپ کی شفقت پر ناز کرنے والو جس طرح کمزور بچہ اپنے ابا کو پکارتا ہے تم پر بھی کوئی ظلم کرے تو تم بھی اسی طرح مجھ کو پکارو کہ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ اے ہمارے پالنے والے ہم کمزور پڑ گئے ، مغلوب ہوگئے ، یہ طاقت والے ہم پر غالب آگئے ، ہم کو ستا رہے ہیں آپ انتقام لیجئے ، ہماری فریادرسی کیجئے ، آپ بدلہ لیجئے ہم بدلہ لینے کے قابل نہیں ہیں ۔ پھر جب اللہ بدلہ لیتا ہے تو کیسا لیتا ہے ۔ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صوفیاء نے ہمیشہ صبر کیا ہے اور صبر کرکے اللہ تعالیٰ کو اپنے ساتھ لے لیا ہے اور مخلوق سے اللہ والوں نے انتقام نہیں لیا کیونکہ انتقام میں کبھی زیادتی ہوجاتی ہے ۔ مان لیجئے کہ کسی نے پچاس سنٹی گریڈ سے ایک طمانچہ مارا ۔ کیا انتقام لینے والے کے پاس کوئی ایسا معیار ہے کہ وہ بھی پچاس سینٹی گریڈ سے ہی اس کے طمانچہ مارے ۔ امکان ہے کہ زیادتی ہوجائے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ہم کو یہ راہ بتائی کہ و ان عاقبتم اگر تم بدلہ لینا چاہتے ہو فعاقبوا بمثل ما عوقبتم جتنا تم کو ستایا گیا ہے اتنا ہی تم بدلہ لے سکتے ہو لیکن بمثل ما عوقبتم میں مشکلات ہیں ۔ یہ راستہ مشکل ہے کہ بالکل اسی درجہ میں آپ بدلہ لیں ، کچھ اعشاریہ بھی اگر زیادتی ہوگئی تو ظالم ہوجاؤ گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا کہ و لئن صبرتم لھو خیر للصابرین اگر تم صبر اختیار کرو تو یہ خیر کا راستہ ہے ۔

مدرسۃ البنات کے متعلق نہایت اہم ہدایات

ارشاد فرمایا کہ جو لوگ لڑکیوں کے مدرسے کھولتے ہیں کوشش کریں کہ دن کو پڑھائی ہو، رات کو لڑکیاں گھر چلی جائیں اور اگر دارالاقامہ بنانا ہی ہے تو اس کے اصول یہ ہیں کہ:

(۱) مہتمم اس کی انتظامیہ اپنی محرم (بیوی، والدہ، سگی بہن، خالہ، پھوپھی وغیرہ) کے سپرد کرے اور وہ بھی برقعہ سے جائے اور ان کی دیکھ بھال کرے اور مہتمم اپنی محرم کے ذریعہ سے لڑکیوں اور اُستانیوں کے تعلیمی کوائف کو حاصل کرے اور

(۲) انتظامی غرض سے بھی لڑکیوں اور اُستانیوں سے براہ راست خطاب نہ کرے، دیکھنا تو حرام ہے ہی ان سے پردہ سے بات کرنا بھی فتنہ سے خالی نہیں ہے۔ جو بھی ہدایات، تنبیہات انتظامی معاملات وغیرہ ہوں اپنی محرم کو لکھ کر دے دے کہ وہ جاکر ان کو سمجھادے اور عمل کرائے۔ خود ان سے نہ بولے۔ عورتوں کی آواز میں کشش ہوتی ہے اسی لئے قرآن پاک میں حکم ہوا کہ اے نبی کی بیبیو! جب صحابہ کسی ضرورت سے مثلاً سودا وغیرہ لانے کے لئے تم سے کوئی بات کریں تو فلا تخضعن بالقول تو تمہاری آواز میں تمہاری فطری نسوانی لچک نہ رہے بلکہ بہ تکلف آواز بھاری کر کے بات کرو۔ اس آیت کا یہ مطلب نہیں کہ نعوذ باللہ ازواج مطہرات نرم آواز میں گفتگو کرتی تھیں بلکہ یہ مطلب ہے کہ عورتوں کی آواز میں ایک فطری نسوانی لچک ہوتی ہے اس کو فرمایا کہ اپنی فطری آواز میں بات نہ کرو بلکہ بہ تکلف آواز کو ذرا بھاری کر کے گفتگو کرو۔

(۳) ایک لڑکیوں کے مدرسہ میں میں گیا اور چشم دید دیکھا کہ مہتمم صاحب سُرمہ لگائے ہوئے اور پان کھائے ہوئے بالغ لڑکیوں کے کمرے میں جارہے ہیں اور پوچھ رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو کوئی ضرورت تو نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ آپ کمرے میں جا جا کر کیوں پوچھتے ہیں۔ کیا آپ کے لئے پردہ معاف ہوگیا ہے۔ بعد میں اس بستی کے لوگوں سے معلوم ہوا کہ مہتمم صاحب رات کو مدرسہ ہی میں سوتے ہیں اور مدرسہ میں جس عورت کو نائب مہتمم رکھا ہے اس کا کمرہ مہتمم صاحب کے کمرے سے ملا ہوا ہے اور بیچ میں ایک دروازہ ہے۔ اسی لئے میں کہتا ہوں کہ مخلوق کے نفع کی خاطر اپنے لئے دوزخ کا راستہ مت اختیار کرو۔ نہایت بین الاقوامی گدھا اور بے وقوف ہے وہ شخص جو دوسروں کو نفع پہنچانے کے لئے اپنے واسطے دوزخ کا راستہ بنارہا ہے۔ ایسے نفع متعدی پر لعنت بھیجو جس سے تمہارا نفع لازمی برباد ہوجائے۔

(۴) اگر لڑکیوں کا مدرسہ کھولنا ہے تو نہایت تقویٰ سے رہنا پڑے گا، اپنی محرم یعنی بیوی، والدہ وغیرہ سے مدرسہ کا انتظام کراؤ، عورتوں کا عورتوں ہی سے رابطہ رہے۔ خود بالکل الگ رہو اور اگر اتنی ہمت اور تقویٰ نہیں ہے تو مدرسہ بند کردو۔ دوسروں کو جنتی بنانے کے لئے خود جہنم کا راستہ اختیار کرنا کہاں کی عقلمندی ہے کہ ہمارے ذریعہ سے دوسرے تو جنت میں پہنچ جائیں اور ہم نافرمانی سے جہنم میں چلے جائیں۔ نفع لازم مقدم ہے نفع متعدی سے۔ پہلے خود اللہ والے بنو، یہ فرض ہے، تقویٰ فرض عین ہے۔ اور مدرسے کھولنا فرض کفایہ ہے، عالم بننا حافظ بننا سب فرض کفایہ ہے فرض عین نہیں ہے۔ آج مدرسوں میں فرض کفایہ کی فکر ہے کہ خوب مدرسے کھولو، خوب حافظ و عالم بناؤ لیکن یہ بتایئے مدرسہ کھولنے والوں کے ذمہ، اساتذہ اور طالب علموں کے ذمہ

تقویٰ سیکھنا فرض عین ہے یا نہیں؟ لیکن اس راستہ میں کیونکہ مشکل نظر آتی ہے، نفس کو مارنا پڑتا ہے، حرام کو چھوڑنا پڑتا ہے اس لئے فرض عین کو چھوڑ دیا اور فرض کفایہ کے پیچھے بھاگے جارہے ہیں اور جب تقویٰ نہیں تو حدود کی پابندی کیسے ہوگی۔

لہٰذا کہتا ہوں کہ اگر انتہائی تقویٰ، احتیاط اور خوف خدا کے ساتھ لڑکیوں کے مدرسے چلا سکتے ہو تو فبہا ورنہ ان مدرسوں کو بند کردو۔ مدرسہ سے مقصود جنت میں جانا ہے نہ کہ جہنم میں۔

مصیبت پر نزول لفظ بشارت کی ایک لطیف حکمت

۱۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳ جنوری ۱۹۹۸ء بروز
منگل بعد فجر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی۔

دوران درس مثنوی ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَبَشِّرِ الصّٰبِرِیْنَ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ صبر کرنے والوں کو بشارت دے دیجئے۔ معلوم ہوا کہ بشارت اچھی چیز کے لئے دی جاتی ہے۔ اگر مومن کے لئے مصیبت کوئی خراب چیز ہوتی تو اللہ میاں بشارت نہ دیتے۔ لفظ بشارت کا نزول بتارہا ہے کہ مومن کے لئے مصیبت مصیبت نہیں ہے۔ بس تم اِنَّا لِلّٰہِ پڑھ لو اور صابرین کی صف میں شامل ہوجاؤ۔

یہ علوم آسمانی، عطا ربانی ہیں۔ میں نے کہیں دیکھا نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈالی کہ بشارت بُری چیز پر نہیں دی جاتی۔ معلوم ہوا مصیبت مومن کے لئے بُری چیز نہیں ہے اور کیوں بُری نہیں ہے؟ کیونکہ مومن جب صبر کرتا ہے تو اس کے بدلہ میں میں اس کو مل جاتا ہوں اِنَّ اللّٰہَ

مَعَ الصّٰبِرِیْنَ میری معیت خاصہ سے مشرف ہوجاتا ہے۔ غموں کے کنکر پتھر دے کر اگر میں اس کو مل جاؤں تو کیا یہ سستا سودا نہیں ہے؟

جہادے چند دادم جاں خریدم

بحمد اللہ عجب ارزاں خریدم

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ چند کنکر پتھر دے کر میں اس جان حیات کو پاگیا۔ الحمد للہ کہ میں نے اللہ کو بہت سستا پایا۔ مصیبت پر صبر کے بدلہ میں چند غموں کے بدلہ میں دونوں جہان کا مالک مل گیا۔ اگر جان دے کر بھی اللہ ملتا تو سستا سودا تھا۔

متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

اور مصیبت کیا چیز ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مصیبت کی تعریف بھی فرمادی کہ کلّ ما یؤذی المؤمن فھو مصیبۃٌ ہر وہ چیز جو مومن کو تکلیف دے وہ مصیبت ہے سبحان اللہ! کیسی جامع تعریف ہے۔ لہٰذا عند لدغ الشوکۃ و عند لسع البعوضۃ و عند انقطاع الشسع و عند انتفاء السراج یعنی کانٹے کے چبھ جانے پر اور اور مچھر کے کاٹنے پر اور جوتے کا تسمہ ٹوٹ جانے پر اور چراغ گُل ہوجانے پر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّا لِلّٰہِ پڑھا ہے لہٰذا ان مواقع پر انّا للہ پڑھنا سُنّت ہے۔

احکام اسلام کی صداقت اور مبنی علی الرحمۃ ہونے کے دلائل عجیبہ

غیبت زنا سے اشد کیوں ہے؟

ارشاد فرمایا کہ غیبت کا کتنا بڑا نقصان ہے کہ غیبت کرنے والا اپنی

نیکیاں مفت میں اس کو دے دیتا ہے جس کی غیبت کی ہے اور اس کو خبر بھی نہیں کہ میرا کتنا بڑا نقصان ہوگیا۔ محنت کی کمائی مفت میں گنوائی۔ غیبت اسی لئے حرام ہے اور زنا سے بھی اشد ہے۔ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ غیبت زنا سے اشد کیوں ہے؟ فرمایا کہ زنا حق اللہ ہے، اللہ سے معافی مانگ لو معافی ہوجائے گی۔ جس سے زنا کیا ہے اس سے معافی مانگنا فرض نہیں ہے لیکن غیبت حق العباد ہے، جب تک وہ بندہ معاف نہیں کرے گا معافی نہیں ہوگی۔

زنا کے حق اللہ ہونے کی حکمت

غیبت بندوں کا حق رکھا اور زنا کو خالی حق اللہ رکھا یہ اسلام کی صداقت کی بہت بڑی دلیل ہے۔ اگر یہودی اور عیسائی اس قانون کو بناتے تو کہتے کہ جس سے زنا کیا ہے اس سے بھی جا کر معافی مانگو۔ بتایئے معافی مانگنے میں کتنی ذلت ہوتی کہ مثلاً جس سے زنا کیا ہے مان لو وہ کوئی معزز عورت ہے اب اس کے گھر کے سامنے لائن لگائے کھڑے ہیں کہ جوانی میں جو مجھ سے غلطی ہوئی تھی اس وقت میرے دل میں خدا کا خوف نہیں تھا اب دل میں خوف آگیا لہٰذا مجھے معاف کردو۔ اگر یہ حق العباد ہوتا تو بتایئے کتنی بے عزتی ہوتی۔ راز فاش ہوتا اور مخلوق میں رُسوائی ہوتی۔ زنا کو حق اللہ قرار دے کر اللہ نے اپنے بندوں کی آبرو رکھی ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اسلام اللہ کا دین ہے بالکل سچا مذہب ہے۔

زنا کی سزا بھی عین رحمت ہے

اسی طرح بعض گمراہ، ملحد اور جاہل کہتے ہیں کہ زنا کی سزا بہت سخت ہے کہ سنگسار کردو یعنی پتھر مار مار کر ہلاک کردو اور مجمع بھی لگا ہو۔ حکم یہ ہے کہ ایک جماعت بھی دیکھے۔ میں کہتا ہوں کہ اسلام کا یہ قانون بھی عین رحمت ہے اور نہایت اہم ہے۔ سنگسار کا اگر ایک واقعہ بھی ہوگیا تو سارا ملک زنا سے بچ جائے گا، پھر کسی کی ہمت اس کے ارتکاب کی نہیں ہوگی اور یہ بھی عین رحمت ہے کہ مخلوق اس گندے فعل سے بچ جائے جس کے نقصانات دُنیا اور آخرت میں بے شمار ہیں۔

زنا کی گواہی کا قانون بھی رحمت حق کا مظہر ہے

اور زنا ثابت کرنے کو اللہ تعالیٰ نے کتنا مشکل کردیا کہ چار گواہ ہوں اور اس طرح دیکھیں جیسے سلائی سُرمہ دانی میں جاتی ہے۔ کون ہے جو اتنے گواہوں کے سامنے یہ فعل کرے۔ اس کا ثبوت ملنا مشکل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ قانون سخت بنا کر اپنے بندوں کی پردہ پوشی فرمائی تاکہ میرے بندوں کی آبرو ریزی نہ ہو۔ اگر بر بنائے بشریت کبھی خطا ہوجائے تو دل سے نادم ہوکر مجھ سے معافی مانگ لیں، آئندہ کے لئے عزم علی التقویٰ کرلیں۔ ان کی معافی ہوجائے گی۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو رُسوا کرنا نہیں چاہتے۔ کیا یہ رحمت نہیں ہے؟

شانِ رحمت حق کی ایک اور دلیل

اور دیکھئے کیا رحمت ہے کہ اگر جج عدالت میں پوچھے کہ کیا تم نے زنا کیا ہے تو انکار کرنا اقرار کرنے سے افضل ہے۔ یہاں جھوٹ بولنے کو اللہ نے پسند کرلیا کہ اپنی جان بچالو، مجھے تم سے محبت ہے، ہم تمہاری جان لینا نہیں چاہتے۔ بس تنہائی میں معافی مانگ لو ہم معاف کردیں گے۔ بتائیے کیا رحمت ہے اللہ تعالیٰ کی کہ یہاں جھوٹ بولنا سچ بولنے سے افضل ہے۔

روزہ میں بھول کر کھانے کا حکم اور شانِ رحمت حق

اسی طرح روزہ میں اگر کوئی بڈھا آدمی بھول کر کھارہا ہے تو شریعت کا حکم ہے کہ اسے کھانے دو۔ اسے یاد بھی نہ دلاؤ کہ تمہارا روزہ ہے۔ بس اسے کھانے دو اور میری رحمت کا تماشہ دیکھتے رہو کہ میری رحمت نے تم کو خاموش کردیا کہ میرے بوڑھے بندے کو روزہ یاد بھی مت دلاؤ۔ اور اگر جوان بھول کر کھارہا ہو تو اسے یاد دلادو کہ تمہارا روزہ ہے۔ یہ سب قانون کیا رحمت نہیں ہے؟

غیبت کی حُرمت بندوں سے اللہ کی محبت کی دلیل ہے

اسی طرح غیبت کا حرام فرمانا بھی اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں کے ساتھ انتہائی محبت کی دلیل ہے۔ جس طرح باپ اپنے بیٹے کی کسی بُری عادت یا کسی عیب کو پسند نہیں کرتا۔ خود اس کو ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے لیکن یہ پسند نہیں کرتا کہ

اس کے دوسرے بھائی اس کے بیٹے کے عیب کو اِدھر اُدھر گاتے پھریں۔ اللہ تعالیٰ کو بھی یہ پسند نہیں کہ اس کے بندوں کے عیوب کا لوگ چرچا کر کے اس کے بندوں کو رُسوا کریں اس لئے غیبت کو حرام فرمادیا۔ اس قانون سے بھی اللہ کی اپنے بندوں کے ساتھ کس قدر محبت ظاہر ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ علم عظیم میرے قلب کو عطا فرمایا۔ نہ میں نے کسی کتاب میں دیکھا، نہ کسی سے سُنا۔

غیبت کی معافی کا قانون بھی مبنی علی الرحمۃ ہے

اسی طرح جس کی غیبت کی ہے اگر اس کو اطلاع نہیں ہوئی تو اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں۔ جس مجلس میں غیبت کی ہے ان لوگوں سے کہہ دو کہ فلاں وقت میں نے جو فلاں کی بُرائی کی تھی اس معاملہ میں مجھ سے سخت نالائقی ہوئی، میں توبہ کرتا ہوں، ان میں بہت سی خوبیاں ہیں، بہت اچھے آدمی ہیں یہ میری نالائقی اور کمینہ پن ہے کہ ان کی اچھائیوں کو نظر انداز کردیا جس پر میں سخت نادم ہوں۔ آؤ ہم سب مل کر ان کو کچھ ایصال ثواب کردیں اور تین دفعہ قل ھواللہ شریف یا کلمہ طیبہ وغیرہ پڑھ کر بخش دو۔ اب اس کے پاس جاکر معافی نہ مانگو کیونکہ ابھی تو اس کو خبر نہیں۔ اب اگر اس سے کہو گے کہ میں نے فلاں وقت آپ کی غیبت کی تھی تو اب اسکو علم ہوگا اور تکلیف ہوگی اور قلب مکدر ہوگا۔ لہٰذا جب تک اس کو خبر نہیں اس سے معافی مانگنا واجب نہیں، جن لوگوں سے غیبت کی ہے ان کے سامنے مذکورہ طریقے سے تلافی کرنا کافی ہے۔ ہاں جب اس کو اطلاع ہوگئی تب معافی مانگنا واجب ہوگا۔ یہ حکیم

الامت نے الطرائف والظرائف میں لکھا ہے اور میں نے خود پڑھا ہے۔ اس مسئلہ کا اکثر علماء کو بھی علم نہیں الاماشاء اللہ۔

اللہ تعالیٰ کا یہ قانون بھی رحمت ہے کیونکہ جس کو غیبت کی ابھی اطلاع نہیں ہوئی معافی مانگنے سے اس کو تکلیف ہوتی کہ بلاوجہ اس نے میری غیبت کی اور بشری تاثر کی وجہ سے غیبت کرنے والے سے اس کا قلب مکدر ہوتا اور اس کی نگاہوں سے یہ گرجاتا۔ معافی کے مندرجہ بالا شرعی طریقہ میں دونوں کی رعایت ہے۔ دین کے سب احکام بتاتے ہیں کہ یہ اللہ کا دین ہے کوئی انسان ایسے قانون نہیں بنا سکتا۔

تیمم کے قانون میں بھی شان رحمت مضمر ہے

اسی طرح اگر ڈاکٹر کہتا ہے کہ آپ تیمم کریں گے تو تین دن میں اچھے ہوجائیں گے اور اگر گرم پانی سے وضو کریں گے تو مرض بڑھے گا تو نہیں لیکن چار دن میں اچھے ہوں گے یعنی پانی سے وضو کرنے سے اشتداد مرض کا خطرہ تو نہیں ہے امتداد مرض کا خطرہ ہے یعنی مرض میں شدت تو نہیں ہوگی، لیکن شفاء دیر سے ہوگی تو بھی تیمم کو اللہ تعالیٰ نے جائز کردیا۔ کیا ان سب احکام میں اللہ تعالیٰ کی شان رحمت نہیں ہے؟ دین کے تمام احکام سراسر رحمت ہیں۔

سلوک کے منازل اربعہ

۱۶ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۵ جنوری ۱۹۹۸ء جمعرات
۶ بجے بعد نماز فجر خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

دوران درس مثنوی حضرت والا نے یہ شعر پڑھا

گرز چاہے می کنی ہر روز خاک
عاقبت اندر رسی در آب پاک

فرمایا کہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر تم کسی کنویں سے روزانہ مٹی نکالتے رہو گے تو آہستہ آہستہ ایک دن پانی تک پہنچ جاؤ گے، ایک دن تم کو پاک و صاف پانی مل جائے گا۔ جب میں معارف مثنوی لکھ رہا تھا تو ایک دن خواب میں اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شعر کی شرح عطا فرمائی۔ اس شعر میں پورا سلوک، پورا تصوف پوری فقیری ہے۔ جب کنواں کھودا جاتا ہے تو سب سے پہلے سوکھی مٹی ملتی ہے، اس میں پانی کا نشان تک نہیں ہوتا لیکن اہل تجربہ پر یقین کرتے ہوئے وہ مایوس نہیں ہوتا، سوکھی مٹی نکالتا رہتا ہے۔ اس کے بعد جب مٹی میں تھوڑی نمی آتی ہے تو خوش ہوجاتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ پانی کی منزل اب قریب آرہی ہے۔ پھر اس کے بعد ایک وقت آتا ہے کہ کیچڑ آنے لگتی ہے یعنی پچاس فیصد مٹی اور پچاس فیصد پانی اس وقت اہل تجربہ کہتے ہیں کہ ابھی اس پر قناعت نہ کرنا، ابھی اور کھدائی کرو، ابھی اور مجاہدہ و محنت کرو یہاں تک کہ پھر بالکل صاف پانی آجاتا ہے۔ یہ چار منازل ہوئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو یہ مضمون عطا فرمایا کہ سلوک میں بھی یہی چار راستے ہیں۔ شروع شروع میں سالک کو اللہ کا نام لینے میں کچھ مزہ نہیں آتا، خشک مٹی کی طرح بے کیفی ہوتی ہے لیکن مرشد کے ارشاد پر یقین کرتے ہوئے مجاہدہ کر کے بہ تکلف وہ اللہ کا نام لیتا رہتا ہے۔ اس کے بعد ایک زمانہ آئے گا کہ اللہ کے دریائے قرب کی لذت کی تھوڑی تھوڑی نمی آنے لگے گی، اس وقت سالک خوش ہونے لگتا ہے کہ منزل قریب ہے۔ پھر ایک زمانہ آئے گا کہ آدھا پانی اور آدھی مٹی آنے لگتی ہے۔ یہ وہ منزل ہے کہ سالک مست

ہوجاتا ہے اگرچہ اللہ کے قرب کا آبِ صاف ابھی نصیب نہیں ہوا، کیونکہ اس کا نورِ طاعت ابھی ظلماتِ معاصی سے ممزوج ہے، کچھ اللہ کی اطاعت بھی کرتا ہے اور کچھ نفس کی بات بھی مانتا ہے۔ یہ کیچڑ والا زمانہ ہے۔ ابھی پانی اور مٹی مخلوط ہے، اللہ تعالیٰ کے قربِ خاص کا پاک جرعہ ابھی نہیں ملا لیکن یہ حالت بھی سالک کو مست کررہی ہے ؎

جرعہ خاک آمیز چوں مجنوں کند
صاف گر باشد ندانم چوں کند

یہ مولانا رومی ہیں، بہت بڑے شخص ہیں، فرماتے ہیں کہ اے سالکین کرام مٹی ملا ہوا گھونٹ تمہیں مست کررہا ہے تو جس دن تم صاف پانی پیو گے تو تمہارا کیا حال ہوگا۔ یعنی ابھی اپنی نیکیوں سے تم مست ہورہے ہو جب کہ تمہاری نیکیوں میں ابھی گناہوں کی آمیزش ہے، تمہارے دریائے قرب کے پانی میں ابھی گناہوں کی مٹی ملی ہوئی ہے، یہ گھونٹ تو ابھی خاک آمیز ہے لیکن اس قربِ ناقص سے جب تم مست ہورہے ہو تو جس دن تم گناہوں کی ہر حرام لذت سے پاک ہوجاؤ گے اور اللہ کے قرب کا پاک و صاف پانی پیو گے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ تم پر کیا کیفیت طاری کرے گا۔ لہٰذا جرعہ خاک آمیز (مٹی ملے ہوئے پانی کے گھونٹ) پر قناعت نہ کرو، مجاہدہ کر کے ہر نافرمانی کو چھوڑ دو تو اللہ کے دریائے قرب کا پاک پانی مل جائے گا اور پھر گناہوں کی حرام لذتیں نگاہوں سے گرجائیں گی۔ لیکن یہ باتیں خالی علوم کی نہیں ہیں اعمال کی ہیں۔ علوم کا مزہ جب ہے جب عمل ہو اور عمل کا مزہ جب ہے جب اخلاص ہو۔ لہٰذا ہم عمل شروع کردیں تو قلب کو یہ مزہ مل جائے گا جو اس شعر میں بیان ہوا اَللّٰھُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰی۔

نسبت مع اللہ کی علامات

ارشاد فرمایا کہ ہرن کی ناف میں جب مُشک پیدا ہوجاتا ہے تو وہ پھر سوتا نہیں ہے، کھڑے کھڑے اونگھ لیتا ہے۔ ہر وقت چوکنا رہتا ہے کہ کہیں کوئی شکاری میرا مُشک چھیننے تو نہیں آرہا ہے۔ اسی طرح جس کو اللہ تعالیٰ اپنا تعلق اور نسبت عطا فرماتے ہیں وہ ہر وقت چوکنا رہتا ہے۔ کانوں کو گانوں سے بچاتا ہے، آنکھوں کو نمکینوں سے، حسینوں سے بچاتا ہے، زبان کو جھوٹ اور غیبت سے بچاتا ہے، ہر لمحہ حیات کو چوکنا رکھتا ہے کہ کوئی غلطی ایسی نہ ہوجائے کہ میرا مولیٰ ناراض ہوکر اپنے آفتاب کرم کا رُخ مجھ سے پھیرلے اور میرا نور نسبت چھن جائے۔ اور اگر کبھی اس سے خطا ہوجاتی ہے تو دل بے چین ہوجاتا ہے جیسے سورج ڈوبنے سے اندھیرا چھا جاتا ہے تو خالق سورج کے ناراض ہونے سے اگر وہ صاحب نسبت ہے تو اندھیروں کو محسوس کرلے گا اور فوراً تڑپ جائے گا۔ اگر نسبت حاصل نہیں، مُردہ دل ہے تو مُردے کو لاکھ جوتے لگاؤ وہ اُف نہیں کرتا۔ گناہوں سے پریشان نہ ہونا یہ دلیل ہے کہ اس کا دل مُردہ ہے۔ بتایئے آپ کسی زندہ آدمی کے سوئی چبھودیں تو اس کو تکلیف ہوگی یا نہیں؟ اور مُردہ کو؟ پس جس ظالم کو نافرمانی سے کچھ نہیں ہوتا، ویسے ہی کھاتا ہے ویسے ہی چائے پیتا ہے، ویسے ہی ہنستا ہے، ذرا بھی غم اور پریشانی نہیں محسوس کرتا یہ دلیل ہے کہ اس ظالم کا دل مُردہ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی دو علامتیں بیان فرمائیں۔ جن تین صحابہ سے خطا ہوگئی اور ان کو معلوم ہوگیا کہ اللہ و رسول ان سے ناراض ہیں اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اور دوسرے صحابہ نے پچاس دن تک ان سے بولنا چھوڑ دیا تو ان پر کیا گذری ؟ ان کے غم کو اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں نازل فرمارہے ہیں ۔ اگر یہ خود بیان کرتے تو اہل دنیا یقین نہ کرتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے عاشقوں کی رفعت شان دکھانے کے لئے قرآن پاک میں ان کے غم کی شہادت دے رہے ہیں ۔ یہ غم وہ غم ہے جو قرآن پاک کا جُز بن رہا ہے، اللہ کے راستے کا غم اتنا قیمتی اور اتنا پیارا ہے کہ کلام اللہ کا جُز بن رہا ہے ۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ضاقت علیهم الارض بما رحبت زمین باوجود اپنی وسعت کے ان پر تنگ ہوگئی و ضاقت علیهم انفسهم اور وہ اپنی جان سے بے زار ہوگئے ۔ مومن کی یہی شان ہونی چاہیے کہ جب کوئی غلطی ہوجائے کوئی خطا ہوجائے، کوئی بدنظری ہوجائے تو پوری دُنیا اس کو تنگ معلوم ہو اور اپنی جان سے بیزار ہوجائے، زندگی موت معلوم ہو ۔ ایک بہت بڑے بزرگ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

تراذکر ہے مری زندگی ترا بھولنا مری موت ہے

جس کو یہ بات حاصل نہیں تو سمجھ لو کہ اس کی نسبت مع اللہ کا چراغ انتہائی ضعیف ہے، اس کو بہت اللہ سے رونا چاہیے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی کرنے والے اسباب اختیار کرنا چاہیے ۔ جو کوشش کرتا ہے پاجاتا ہے ۔ اللہ کے راستے میں ناکامی نہیں ہے ۔

خوف شکست توبہ اور عزم شکست توبہ کا فرق

۲۲ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱ جنوری ۱۹۹۸ء بروز
بدھ بعد فجر ساڑھے چھ بجے مسجد اشرف گلشن اقبال ۲ کراچی

ارشاد فرمایا کہ جب انسان توبہ کرتا ہے کہ اے اللہ اب میں اس غلطی کو دوبارہ نہیں کروں گا تو اس کا دل بھی اس کو ملامت کرتا ہے اور شیطان بھی اس کے کان میں کہتا ہے کہ تمہاری توبہ بارہا دیکھ چکا ہوں، بارہا تم نے ارادہ کیا کہ کسی کی بہو بیٹی کو نہیں دیکھوں گا، بدنظری نہیں کروں گا لیکن تم نے ہر بار توبہ توڑی ہے، تمہاری توبہ زبانی ہے اور قبول نہیں کیونکہ قبولیت توبہ کے لئے شرط یہ ہے کہ ان یعزم عزماً جازماً ان لا یعود الیھا ابداً ارادہ پکا ہو کہ دوبارہ ہم اس خطا کو نہیں کریں گے اور بار بار توبہ کا ٹوٹنا تو پکے ارادے کے خلاف ہے۔ لہٰذا تم کیا توبہ کرتے ہو، بارہا میں تمہارا تماشہ دیکھ چکا ہوں ؎

یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اس طرح شیطان مایوسی پیدا کرتا ہے کہ ہمارا عزم توبہ شاید قبول نہیں۔ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ گناہ نہ کرنے کا یہ پکا ارادہ بھی قبول ہے بشرطیکہ اس ارادہ کے وقت شکست ارادہ کا ارادہ نہ ہو یعنی توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو۔ جس آدمی کی توبہ بار بار ٹوٹتی رہتی ہے وہ جب اللہ سے کہتا ہے کہ اے اللہ اب کبھی یہ گناہ نہ کروں گا تو اس کو اپنی توبہ کے ٹوٹنے کا خوف ہوتا ہے تو یہ خوف شکست توبہ ہے عزم شکست توبہ نہیں ہے۔ یعنی یہ توبہ ٹوٹنے کا خوف ہے توبہ توڑنے کا ارادہ نہیں ہے۔ توبہ ٹوٹنے کا خوف اور چیز ہے اور توبہ توڑنے کا ارادہ اور چیز ہے توبہ کے ٹوٹنے کا

خوف عزم توبہ کے خلاف نہیں ہے اور قبولیت توبہ میں حائل نہیں ہے ، مانع نہیں ہے ۔ بس توبہ کرتے وقت دل میں پکا ارادہ ہو کہ اب کبھی یہ گناہ نہیں کروں گا اور توبہ کو نہیں توڑوں گا تو اس کی توبہ قبول ہے لیکن پھر بھی دل میں توبہ ٹوٹنے کا خوف آئے تو یہ خوف کچھ مضر نہیں بلکہ عین عبدیت ، عین بندگی ، عین اعتراف قصور اور اپنی کمزوری کا اقرار ہے ۔ اللہ بھی اس بندہ سے خوش ہوگا کہ میرا بندہ توبہ تو کررہا ہے لیکن اپنے ضعف بشریت کی وجہ سے شکست توبہ سے ڈر بھی رہا ہے ؎

دیکھ کے اپنے ضعف کو اور قصور بندگی
آہ و فغاں کا آسرا لیتی ہے جان ناتواں
تیری ہزار رفعتیں تیری ہزار برتری
میری ہر اک شکست میں میرے ہر اک قصور میں

اور اس خوف کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ توبہ توڑنے کا ارادہ رکھتا ہے جبکہ اس کے دل میں پکا ارادہ بھی ہے کہ میں آئندہ ہرگز یہ گناہ نہیں کروں گا ۔ اس پکے ارادہ کے مقابلہ میں جب پکا ارادہ توبہ توڑنے کا ہوگا تب توبہ ٹوٹے گی ۔ اگر وسوسہ آگیا تو بھی توبہ نہیں ٹوٹی کیونکہ یقین کو یقین زائل کرسکتا ہے ۔ وسوسہ اور وہم و گمان یقین کو نہیں زائل کرسکتا جیسے اگر کسی کو شبہ ہوجائے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تو جب تک یقین نہ ہو وضو نہیں ٹوٹتا ۔ اتنا یقین ہو کہ وہ قسم کھالے کہ میرا وضو ٹوٹ گیا تب بے وضو ہوتا ہے ۔ اسی طرح خوف و وسوسہ شکست توبہ عزم شکست توبہ نہیں ہے ۔

لہٰذا خوف شکست توبہ کا ہونا محمود اور عین بندگی ہے ۔ کیونکہ اس خوف میں اظہار عاجزی ، اظہار کمزوری اور اظہار قصور بندگی ہے بلکہ جس کو یہ

خوف نہ ہو وہ خطرہ میں ہے ۔ یہ خوف نہ ہونا دلیل ہے کہ اس کو اپنے دست و بازو پر بھروسہ ہے وہ اللہ سے مدد کا کیا طالب ہو گا اور جس کو توبہ کے ٹوٹنے کا خوف ہے وہ اللہ سے استمداد کرے گا ۔ یا مقلب القلوب ثبت قلبی علی دینك یہ پڑھے گا اور اللہ سے کہے گا کہ اے اللہ اپنے نفس سے مجھے ڈر معلوم ہوتا ہے کہ کہیں میرا نفس پھر توبہ نہ توڑ دے لہٰذا اس توبہ پر قائم رہنے کی آپ سے امداد مانگتا ہوں ۔ اگر ہم اپنی استقامت میں اللہ تعالیٰ کی اعانت کے محتاج نہ ہوتے تو ایاك نعبد کے بعد و ایاك نستعین نازل نہ ہوتا ۔ و ایاك نستعین نازل فرما کر ہمیں بتادیا کہ تم اپنی ادائے بندگی میں میری عطائے خواجگی کے محتاج ہو، میری مدد اور اعانت کے محتاج ہو لہذا ایاك نعبد تو کہو کہ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں لیکن فوراً و ایاك نستعین سے میری اعانت مانگو کیونکہ بغیر میری مدد کے تم میری بندگی نہیں کرسکتے پس جو شخص خوف شکست توبہ رکھتا ہے یہ دلیل ہے کہ وہ اپنے دست و بازو پر بھروسہ نہیں رکھتا بلکہ اپنی استقامت کو اللہ تعالیٰ کی اعانت کا محتاج سمجھتا ہے لہٰذا اس کو دو قرب حاصل ہے، خوف شکست توبہ کا قرب الگ اور عزم علی التقویٰ کا قرب الگ ہے

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعتراف قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ان اللہ یحب العبد المؤمن المفتن التواب اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے اس بندہ کو جو مؤمن ہے لیکن بار بار خطا میں مبتلا ہوجاتا ہے مگر تواب بھی ہے، کثیر التوبہ ہے، بار بار توبہ کرتا ہے، توبہ میں انتہائی مبالغہ کرتا ہے، ندامت سے قلب و جگر اللہ کے حضور پیش

کرتا ہے ، سجدہ گاہ کو آنسوؤں سے تر کر دیتا ہے یہ بھی اللہ کا محبوب ہے ، یہ بندۂ مومن مبتلائے فتنہ ، کثرت توبہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے دائرۂ محبوبیت سے خارج نہیں ہوتا ۔ اگر کسی سے ایک کروڑ زنا ہوگیا ، ایک کروڑ وی سی آر اور ننگی فلمیں دیکھ لیں ، بے شمار بدنظری کر لی وہ بھی مایوس نہ ہو ۔ ایک دفعہ دو رکعات توبہ پڑھ کر اشکبار آنکھوں سے ، تڑپتے ہوئے دل سے اللہ سے معافی مانگ لے اللہ تعالیٰ اسی وقت تمام گناہ معاف کر دیتے ہیں ۔ پھر کبھی سوچ بھی مت کہ گناہوں کی تعداد کیا ہے ۔ سمندر کا ایک قطرہ جو نسبت سمندر سے رکھتا ہے اللہ تعالیٰ کی غیر محدود شان غفاریت کے سامنے ہمارے گناہوں کی اتنی بھی حقیقت نہیں ہے ۔ اللہ تعالیٰ کی ہر شان غیر محدود اور بے شمار ہے اور ہمارے گناہوں کے شمارے محدود ہیں ۔ اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ اللّٰھم ان رحمتك اوسع من ذنوبی اے اللہ آپ کی رحمت میرے گناہوں سے وسیع تر ہے ۔

پوری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ توبہ کرتے وقت توبہ توڑنے کا ارادہ نہ ہو ، بس پکا ارادہ ہو کہ آئندہ یہ گناہ نہ کروں گا تو وہ توبہ قبول ہے چاہے لاکھ خوف ہو کہ آئندہ کہیں میری توبہ نہ ٹوٹ جائے چاہے وسوسہ بھی آئے کہ میری توبہ ٹوٹ جائے گی تو یہ خوف اور وسوسہ قبولیت توبہ کے لئے کچھ مضر نہیں ۔ ہرگز مایوس نہ ہوں ۔ اور اگر بالفرض ضعف بشریت سے آئندہ توبہ ٹوٹ بھی گئی تو پھر توبہ کرلے اور توبہ ٹوٹنے سے پہلی توبہ غیر مقبول نہیں ہوئی ۔ اللہ تعالیٰ کریم ہیں جب ایک بار قبول فرمالیتے ہیں پھر اس کو غیر مقبول نہیں فرماتے ، پس وہ توبہ قبول ہے ۔ لہٰذا لاکھ بار خطا ہو لاکھ بار معافی مانگو ، رو رو کر اللہ تعالیٰ کو منالو ۔ وہ کریم مالک اپنے بندوں کی آہ و زاری کو رد نہیں فرماتا ۔ اسی کو خواجہ صاحب

فرماتے ہیں ؎

جو ناکام ہوتا رہے عمر بھر بھی
بہر حال کوشش تو عاشق نہ چھوڑے
یہ رشتہ محبت کا قائم ہی رکھے
جو سو بار ٹوٹے تو سو بار جوڑے

آخر میں ایک بات کہتا ہوں کہ ٹی بی کے زخم کی شفاء کے لئے یہاں مری کی پہاڑیوں پر بھیجتے ہیں۔ کچھ جڑی بوٹیاں ہوتی ہیں جن کے ماحول میں ٹی بی کا زخم اچھا ہوجاتا ہے۔ بار بار توبہ ٹوٹنے کا جو زخم ہے اگر اہل اللہ کی صحبت میں کچھ عرصہ رہ لو تو اللہ کا یقین، اللہ کی محبت اور اللہ کا خوف دل میں آئے گا اور یہ زخم اچھا ہوجائے گا۔ جڑی بوٹیوں میں تو یہ اثر ہو کہ زخم اچھا ہوجائے اور اللہ والوں کی صحبت میں یہ اثر نہ ہو کہ غفلت کا، بار بار شکست توبہ کا زخم اچھا نہ ہو!

ایک تلافی مافات

۲۳ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۲ جنوری ۱۹۹۸ء، جمعرات بعد نماز فجر لندن، امریکہ اور بنگلہ دیش کے مہمان علماء کو حضرت والا نے اپنے حجرہ میں طلب فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ ایک نئی چیز کا آج علم عطا ہوا جس کے لئے میں نے آپ لوگوں کو بلایا ہے کہ جیسے آج رات شب قدر تھی اور ایک شخص نے رات کو دعائیں مانگیں لیکن کوئی خاص دعا مانگنا بھول گیا اور صبح صادق ہوگئی، صبح صادق کے بعد شب قدر ختم ہوجاتی ہے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے دل

میں ایک نسخہ عطا فرمایا کہ دعا مانگو اور اللہ میاں سے یہ کہدو کہ اے اللہ جس ملک میں اس وقت رات ہو اور وہاں شب قدر ہو تو میری اس دعا کو اے خدا آپ اپنی رحمت سے وہاں پہنچادیجیے اور اس ملک کی دعاؤں میں شمار فرماکر قبول فرمالیجیے۔

تجلیات جذب کے زمان ومکان

فرمایا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات فتعرضوا له لعله ان یصیبکم نفحة منها فلا تشقون بعدھا ابدا (الجامع الصغیر ج۱ ص ۹۵) اے لوگو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے زمانے ہی کے دنوں میں نفحات آتے ہیں ان کو تم تلاش کرو اگر تم ان کو پاگئے تو اس کے بعد تم کبھی بدنصیب نہیں ہوگے۔ تمہاری شقاوت ازلی سعادت ابدی سے تبدیل ہوجائے گی یعنی دائمی خوش نصیبی نصیب ہوجائے گی

نفحات کے کیا معنی ہیں؟ دیہاتی زبان میں اس کا ترجمہ ہے اللہ پاک کی رحمت کی ہواؤں کے جھونکے۔ اور شہری زبان میں اللہ تعالیٰ کی نسیم کرم اور بزبان محدث عظیم ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ شرح مشکوٰۃ میں نفحات کے معنی ہیں جذبات یعنی اللہ کی جذب کرنے کی تجلیات اَللّٰہُ یَجْتَبِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَآءُ یہاں وہ جذبات مُراد ہیں۔ یہ حدیث اس آیت کی شرح ہے۔ الاجتباء من الجبی والجبی هو الجذب۔ جبی کے معنی جذبؔ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے، مقناطیس کا خالق ہے۔ جو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کرسکتا ہے کہ زمین کا چوبیس ہزار میل کا گولہ جس کے نیچے کوئی کالم نہیں فضاؤں میں معلق ہے۔

ارض و سما کیسے ہیں معلق
کوئی ستوں ہے اور نہ کوئی تھم
سارا عالم ہے بے کالم
واہ رے میرے رب العالم

اسی طرح بے شمار عالم سیارات و نجوم اور ہزاروں شمس و قمر سب بلا ستون فضاؤں میں معلق ہیں اور اپنے راستوں میں تیر رہے ہیں تو اتنا زبردست مقناطیس پیدا کرنے والا جس کو کھینچے گا وہ کیسے بغیر کھنچے رہ سکتا ہے، بندے کو جذب کرنا ان کے لئے کیا مشکل ہے۔ تو نفحات کے معنی ہیں جذبات یعنی کھینچنے کی مقناطیسی لہریں۔

اور حکیم الامت تھانویؒ نے نفحات کا ترجمہ کیا ہے التجلیات المقربات اللہ کی وہ تجلیات جو بندوں کو اللہ سے قریب کردیتی ہیں، وہ تجلیات جو بندہ پر پڑجائیں تو وہ اللہ کا پیارا اور مقرب ہوجاتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ ان تجلیات کا زمانہ تو معلوم ہوگیا لیکن مکان بھی تو معلوم ہو کہ ان تجلیات کو کہاں ڈھونڈیں، کدھر جائیں؟ اس کا جواب اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ ان کا مکان بخاری شریف کی حدیث میں ہے کہ ھم الجلساء لا یشقیٰ جلیسھم ہمارے پیارے اور خاص بندوں کی یعنی ہمارے اولیاء کی شان یہ ہے کہ جو ان کے پاس بیٹھ جاتا ہے، جو ان کا جلیس و ہم نشین ہوتا ہے کبھی شقی اور بدنصیب نہیں رہ سکتا، اپنے پیاروں کے صدقہ میں ہم اس کی شقاوت کو سعادت سے بدل دیتے ہیں، شقی کو سعید کردیتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ اہل اللہ کی صحبت اور مجالس ان تجلیات کا مکان ہیں۔ شقاوت کو دور کرنے کے لئے اور سعادت دائمی حاصل کرنے کے لئے اہل اللہ کی

صحبت میں یہ ہوائیں ملتی ہیں جہاں یہ تجلیات نازل ہوتی ہیں ۔

گناہ سے بچنے کا بہترین علاج

۲۰ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۹۸ء
دوشنبہ بعد نماز فجر مسجد اشرف گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہماری اصلاح کے لئے دو ایسی آیتیں نازل فرمائیں کہ اگر ان کا استحضار رہے تو آدمی کو گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوگی، اس استحضار سے اللہ تعالیٰ کی ایسی عظمت و ہیبت پیدا ہوجائے گی کہ گناہ کی طاقت تو رہے گی مگر اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ رہے گی ۔ پہلی آیت ہے وھو معکم این ما کنتم جہاں کہیں بھی تم ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے ۔ دُنیا میں کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں اللہ تمہارے ساتھ نہ ہو ۔ اب ایک اشکال یہ ہوسکتا تھا کہ ساتھ تو ہے لیکن ساتھ رہنے سے دیکھنا تو لازم نہیں آتا جیسے کوئی نابینا آپ کے ساتھ ہو مگر دیکھ نہیں رہا ہے کہ آپ کیا کررہے ہیں ۔ تو اللہ تعالیٰ نے دوسری آیت میں اس وہم باطل کی اصلاح فرمادی الم یعلم بان اللہ یریٰ کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ ہر وقت اس کو دیکھ رہا ہے، جو دوسروں کو آنکھیں عطا کرتا ہے وہ بھلا خود نابینا ہوگا ؎

جو کرتا ہے تو چھپ کے اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

یہ میرا شعر ہے کہ جو لوگ چھپ کے گناہ کرتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم کو کوئی دیکھتا نہیں ہے وہ جان لیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے ۔

چنانچہ ہمارے سید الطائفہ شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ

صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر صوفی بلکہ ہر مومن کو چاہیے کہ
کہ تھوڑی دیر خواہ دو منٹ یا ایک منٹ یہ مراقبہ کرے کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا
ہے یہ چند منٹ کا مراقبہ چوبیس گھنٹے کام دے گا جیسے گھڑی میں چابی تو آپ
آدھے منٹ میں لگادیتے ہیں مگر وہ چلتی ہے چوبیس گھنٹہ ۔ لہٰذا روزانہ چند منٹ
آنکھ بند کر کے آپ اتنا سوچ لیں کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو یہ خیال چوبیس
گھنٹے قائم رہے گا اور جب روزانہ کی مشق سے دل میں جم جائے گا تو پھر گناہ
کرنے کی جراءت نہ ہوگی ۔ نافرمانی اور گناہ چھوڑنے کا یہ بہترین علاج ہے جو
خود اللہ تعالیٰ کا بتایا ہوا ہے ۔

اس کو سمجھانے کے لئے میں ایک مثال دیا کرتا ہوں کہ جنگل میں
اچانک ایک خونخوار شیر سامنے آکر کھڑا ہوجائے اور اسی جنگل میں دُنیا میں
حُسن میں اول نمبر آنے والی لڑکی موجود ہو اور وہ آپ کو دعوت بھی دے رہی
ہو کہ ایک نظر مجھے دیکھ لیجئے ۔ اس وقت کیا کسی کی ہمت ہوگی کہ اس کو دیکھ
لے ۔ گناہ کی طاقت تو ہوگی لیکن اس طاقت کو استعمال کرنے کی طاقت نہ ہوگی ۔
شیر اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق ہے جب اس کی ہیبت کا یہ حال ہے تو جس
کے دل میں یہ خیال جم جائے کہ خالق شیر مجھے دیکھ رہا ہے وہ کیسے گناہ کرسکتا
ہے ۔

کرشمہ چشم سلطاں شناس

ارشاد فرمایا کہ مولانا رومی مثنوی میں ارشاد فرماتے ہیں کہ سلطان
محمود غزنوی کے زمانے میں شہر میں چوریاں زیادہ ہونے لگیں تو چوروں کو پکڑنے
کے لئے شاہ نے یہ تدبیر کی کہ شاہی لباس اتار کر چوروں کا سا پھٹا پُرانا لباس

پہن لیا اور شہر میں گشت کرنے لگے۔ ایک جگہ دیکھا کہ بہت سے چور اکٹھے بیٹھے ہیں۔ بادشاہ بھی وہاں جا کر بیٹھ گیا۔ چوروں نے پوچھا کہ تم کون ہو؟ بادشاہ نے کہا کہ میں بھی تم ہی جیسا ایک آدمی ہوں۔ چوروں نے سمجھا کہ یہ بھی کوئی چور ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہم لوگ ماہرین فن ہیں کوئی عام چور نہیں ہیں تم اپنا کوئی ہُنر بتاؤ۔ اگر تمہارے اندر کوئی ہُنر ہوگا تو تمہیں شریک کریں گے ورنہ نہیں۔ بادشاہ نے کہا کہ آپ لوگ کیوں گھبراتے ہیں، آپ لوگوں میں چوری کی جو صفت، ہُنر اور فن ہے میرا ہُنر اگر اس سے زیادہ پانا تو مجھے شریک کرنا ورنہ بھگا دینا۔ چوروں نے کہا کہ اچھا اپنا ہُنر بتاؤ۔ بادشاہ نے کہا کہ میں بعد میں بتاؤں گا پہلے تم لوگ اپنا ہُنر بیان کرو۔ ایک چور نے کہا کہ میرے اندر یہ فن ہے کہ میں اونچی سے اونچی دیوار پھاند کر مکان میں داخل ہو جاتا ہوں چاہے بادشاہ کا قلعہ ہی کیوں نہ ہو۔ دوسرے نے کہا کہ میری ناک میں یہ خاصیت ہے کہ جہاں خزانہ مدفون ہوتا ہے میں مٹی سونگھ کر بتا دیتا ہوں کہ یہاں خزانہ ہے جیسے مجنوں کو خبر نہیں تھی کہ لیلیٰ کی قبر کہاں ہے۔ قبرستان جا کر ہر قبر کو سونگھا، جب لیلیٰ کی قبر کی مٹی سونگھی تو بتا دیا کہ لیلیٰ یہاں ہے ؎

ہمچو مجنوں بو کنم ہر خاک را
خاک لیلیٰ را بیابم بے خطا

مولانا فرماتے ہیں کہ جو مولیٰ کے عاشق ہیں وہ بھی مثل مجنوں کے ہر مٹی کو سونگھتے ہیں اور جس خاک میں مولیٰ ہوتا ہے تو وہ سونگھ کر بتا دیتے ہیں کہ اس کے قلب میں مولیٰ ہے۔ اللہ کے عاشقین اللہ والوں کے چہرہ سے، ان کی آنکھوں سے، ان کی گفتگو سے پتہ پا جاتے ہیں کہ یہ دل صاحب نسبت ہے۔

تیسرے چور نے کہا کہ میرے بازو میں ایسی طاقت ہے کہ چاہے کتنی ہی موٹی دیوار ہو میں گھر میں گھسنے کے لئے اس میں سوراخ کردیتا ہوں۔

چوتھے نے کہا کہ میں ماہر حساب ہوں، پی۔ایچ ڈی میتھمیٹکس (Mathametics) ہوں کتنا ہی بڑا خزانہ ہو چند سیکنڈ میں حساب لگا کر تقسیم کردیتا ہوں۔

پانچویں نے کہا کہ میرے کانوں میں ایسی خاصیت ہے کہ میں کتے کی آواز سن کر بتادیتا ہوں کہ کتا کیا کہہ رہا ہے۔

چھٹے نے کہا کہ میری آنکھوں میں یہ خاصیت ہے کہ جس کو اندھیری رات میں دیکھ لیتا ہوں دن میں اس کو پہچان لیتا ہوں۔

اب سب چوروں نے بادشاہ سے پوچھا کہ اے چور بھائی تمہارے اندر کیا خاص بات ہے؟ شاہ محمود نے کہا کہ بھئی میری داڑھی میں ایک خاصیت ہے کہ ؎

مجرماں را چوں بہ جلاداں دہند

چوں بجنبد ریش من ایشاں رہند

جب مجرمین کو پھانسی کے لئے جلادوں کے حوالہ کردیا جاتا ہے اس وقت اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو مجرمین پھانسی کے پھندے سے چھوٹ جاتے ہیں۔

یہ سن کر چور مارے خوشی کے کہنے لگے کہ ؎

قوم گفتندش کہ قطب ما توئی

روز محنت با خلاص ما توئی

آپ تو چوروں کے قطب ہیں۔ جب ہم کسی مصیبت میں پھنسیں گے تو آپ ہی کے ذریعہ ہم کو خلاصی ملے گی۔ لہٰذا فیصلہ ہوا کہ آج بادشاہ کے یہاں چوری

کی جائے کیونکہ آج سب ارا کین نہایت پاور فل ہیں اور مصیبت سے چھڑانے والا داڑھی والا بھی ساتھ ہے لہٰذا سب بادشاہ کے محل کی طرف چل پڑے۔ راستہ میں کتا بھونکا تو کتے کی آواز پہچاننے والے نے کہا کہ کتا کہہ رہا ہے کہ بادشاہ تمہارے ساتھ ہے لیکن چور پھر بھی چوری کے ارادے سے کیوں نہ باز آئے؟ بوجہ لالچ اور طمع کے کیونکہ لالچ آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے، اور عقل و ہوش کو اُڑا دیتا ہے جس سے ہُنر پوشیدہ ہوجاتا ہے مولانا رومی فرماتے ہیں ؂

صد حجاب از دل بسوئے دیدہ شد
چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ہر گناہ اسی طرح ہوتا ہے کہ شہوت اور لالچ آنکھوں پر پردہ ڈال دیتا ہے پھر بُرے بھلے کی تمیز نہیں رہتی۔ جانتا ہے کہ یہ آنکھوں کا زنا ہے لیکن مغلوب ہوکر گناہ کرتا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اسباب گناہ سے دوری کا حکم فرمایا تاکہ لالچ پیدا نہ ہو۔

لہٰذا بادشاہ کے یہاں چوری ہوئی۔ چوروں نے خزانہ لوٹ لیا اور جنگل میں بیٹھ کر ماہر حساب نے سب کا حصہ لگاکر چند منٹ میں تقسیم کردیا۔ بادشاہ نے کہا سب لوگ اپنا اپنا پتہ لکھوادیں تاکہ آئندہ جب چوری کرنا ہو تو ہم لوگ آسانی سے جمع ہوجائیں اس طرح بادشاہ نے سب کا پتہ نوٹ کرلیا۔

اگلے دن شاہ نے عدالت لگائی اور پولیس والوں کو حکم دیا کہ سب کو پکڑ لاؤ۔ جب سب چور ہتھکڑیاں ڈال کر حاضر کئے گئے تو بادشاہ نے سب کو پھانسی کا حکم دے دیا اور کہا کہ اس مقدمہ میں کسی گواہ کی ضرورت نہیں کیونکہ سلطان خود وہاں موجود تھا۔ اسی طرح قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو کسی گواہی کی ضرورت نہیں کیونکہ وھو معکم این ما کنتم جب تم بدکاریاں کررہے تھے تو

میں تو تمہارے ساتھ موجود تھا لہٰذا اللہ تعالیٰ کو کسی گواہ کی حاجت نہیں ۔ پھر قیامت کے دن جو اعضاء کی گواہی ، زمین کی گواہی ، فرشتوں کی گواہی اور صحیفہ اعمال کی جو گواہی پیش کی جائے گی وہ بندوں پر حجت تام کرنے کے لئے ہوگی۔

جب چھ کے چھ چور پھانسی کے تختہ پر کھڑے ہوگئے تو وہ چور جس نے بادشاہ کو دیکھا تھا اس نے پہچان لیا کہ یہ وہی بادشاہ ہے جو رات کو ہمارے ساتھ تھا ۔ وہ تختۂ دار سے چلایا کہ حضور کچھ دیر کو ہماری جانوں کو امان دی جائے ، میں آپ سے تنہائی میں کچھ بات کرنا چاہتا ہوں ۔ بادشاہ نے کہا ٹھیک ہے تھوڑی دیر کے لئے پھانسی کو موقوف کردو اور اس کو میرے پاس بھیج دو ۔ چور نے حاضر ہوکر عرض کیا کہ

ہر یکے خاصیتے خود وا نمود

اے بادشاہ ہم میں سے ہر ایک نے اپنا اپنا ہنر دکھادیا لیکن

ایں ہنرہا جملہ بدبختی فزود

ہمارے سب کے سب ہنر جن پر ہم کو ناز تھا انہوں نے ہماری بدبختی کو اور بڑھادیا کہ آج ہم تختۂ دار پر ہیں اے بادشاہ ! میں نے آپ کو پہچان لیا ہے ۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ جب مجرموں کو تختۂ دار پر چڑھادیا جاتا ہے اس وقت غایت کرم سے اگر میری داڑھی ہل جاتی ہے تو مجرمین پھانسی سے نجات پاجاتے ہیں لہٰذا اپنے ہنر کا ظہور فرمائیے تاکہ ہماری جان خلاصی پاجائے ۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ سلطان محمود نے کہا کہ تمہارے کمالات ہنر نے تو تمہاری گردنوں کو مبتلاء قہر کردیا تھا لیکن یہ شخص جو سلطان کا عارف تھا اس کی چشم سلطان شناس کے صدقہ میں میں تم سب کو رہا کرتا ہوں ۔

اس قصہ کو بیان فرما کر مولانا رومی فرماتے ہیں کہ دنیا میں ہر شخص اپنے ہُنر پر ناز کر رہا ہے۔ بڑے بڑے اہل ہُنر اپنی بدمستیوں میں مست اور خدا سے غافل ہیں لیکن قیامت کے دن ان کے یہ ہُنر کچھ کام نہ آئیں گے اور ان کو مبتلائے قہر و عذاب کردیں گے لیکن ؎

جز مگر خاصیت آں خوش حواس
کہ بشب بود چشم او سلطاں شناس

جن لوگوں نے اس دُنیا کے اندھیرے میں اللہ کو پہچان لیا، نگاہ معرفت پیدا کرلی قیامت کے دن یہ خود بھی نجات پائیں گے اور ان کی سفارش گنہگاروں کے حق میں قبول کی جائے گی۔ تفسیر روح المعانی میں ہے کہ تین قسم کے لوگوں کو اللہ تعالیٰ شفاعت کا حق دیں گے۔ نمبر(۱) پیغمبروں کو (۲) شہیدوں کو (۳) عالم باعمل کو۔

دنیا کے اندھیرے میں اگر اللہ کو پہچاننے کا ہُنر سیکھ لیا تو پھر دوسرے ہُنر سیکھنا کچھ مُضر نہیں کیونکہ پھر کوئی ہُنر آپ کو اللہ سے غافل نہیں کرسکتا۔ ڈاکٹر اور انجینئر بننا منع نہیں ہے بشرطیکہ آپ اللہ سے غافل نہ ہوں جیسے کہ اس حکایت سے معلوم ہوا کہ چشم سلطان شناس ہی کام آئی باقی ہُنر تختہ دار پر لے گئے لہٰذا اللہ سے ہم لوگ وہ آنکھیں مانگ لیں جو اس دُنیا کے اندھیرے میں اللہ کو پہچاننے والی ہوں قیامت کے دن میں باعث نجات ہوں گی اور اللہ کو کس طرح پہچانو گے۔ اس کا طریقہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا الرحمٰن فاسئل به خبیرا رحمٰن کو پہچاننے کے لئے ان بندوں کے پاس جاؤ جو باخبر ہیں خبیرا کی تفسیر علامہ آلوسی نے کی ہے المراد بخبیرا العارفون۔ خبیرا سے مُراد عارفین ہیں، یعنی باخبر لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پہچاننے والے ہیں۔ ان کی

صحبت کی برکت سے ہی اللہ کی معرفت نصیب ہوگی ۔ ہمارے پردادا پیر حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے غلاف کعبہ پکڑ کر یہ دعا مانگی تھی ؎

تو کر بے خبر ساری خبروں سے مجھ کو
الٰہی رہوں اک خبردار تیرا
کوئی تجھ سے کچھ کوئی کچھ مانگتا ہے
الٰہی میں تجھ سے طلبگار تیرا

اے اللہ کعبہ میں تجھ سے کوئی فیکٹری مانگ رہا ہے، کوئی بادشاہت مانگ رہا ہے کوئی وزارت مانگ رہا ہے مگر اے اللہ! امداد اللہ آپ سے آپ کو مانگ رہا ہے ۔ مبارک ہیں وہ بندے جو اللہ سے اللہ کو مانگ رہے ہیں ۔ ہم دنیا مانگنے سے منع نہیں کرتے لیکن اللہ کا سب سے پیارا بندہ وہ ہے جو کہتا ہے کہ اے اللہ اگر آپ نہ ملے تو سب بیکار ہے ۔

گناہوں کی دھوپ اور نیکیوں کا سایہ

۲۹ رمضان المبارک ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۸ جنوری ۱۹۹۸ء
بعد نماز فجر بمقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ دھوپ اور سائے میں ایک ہی وقت میں بیٹھنے کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے بہشتی زیور میں یہ حدیث ہے ۔ اس سے ایک مضمون دل میں آیا کہ گناہ میں مبتلا ہونا دھوپ میں آنا ہے اور گناہ سے بچنا، تقویٰ سے رہنا سایۂ رحمت میں رہنا ہے ۔ تو دھوپ اور سائے میں اکٹھے مت رہو گناہ بالکل چھوڑ دو اور بالکل نیک بن جاؤ ۔ نیکیوں کے ساتھ گناہوں کو جمع مت کرو کیونکہ نیکیوں سے رحمت کا ترک آگیا اور گناہوں سے

غضب کا ٹرک آگیا۔ دونوں ایک دوسرے کو راستہ نہیں دے رہے ہیں تو تمہارا کام کیسے بنے گا لہٰذا پورے نیک بن جاؤ تاکہ ہر وقت سایۂ رحمت میں رہو۔ تھوڑا سا گناہوں کی دھوپ میں رہنا اور تھوڑا سا نیکیوں کے سائے میں رہنا ضرر سے خالی نہیں۔ محبوب کو تھوڑا سا خوش کرنا اور تھوڑا سا ناراض کرنا یہ تو محبت کا حق نہیں ہے۔ محبت کا حق یہ ہے کہ محبوب کو کبھی ناراض نہ کیا جائے۔ اگر ہم اپنے اوپر غم اٹھالیں لیکن اللہ تعالیٰ کو ناخوش نہ کریں تو پھر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسی خوشی پائیں گے جس کی مثال عالم میں کہیں نہیں ملے گی۔ بادشاہوں کو اس خوشی کا ذائقہ نہیں ملا جو اپنے مالک کو خوش کرنے سے اللہ والوں کے دل کو اللہ نے عطا فرمایا۔ اور یہ بھی ان کا کرم ہے کہ اپنی خوشی پر بندوں کی خوشی کو مقدم فرماتے ہیں اِرْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَۃً مَّرْضِیَّۃً اے نفس لوٹ آ اپنے رب کے پاس تو مجھ سے خوش میں تجھ سے خوش اور بندوں کی خوشی کو مقدم کرنے میں بھی رحمت کی ایک جھلک ہے جس کو میں ایک مثال سے سمجھاتا ہوں جیسے ابا اپنے بچہ کو لڈو دیتا ہے تو کہتا ہے لے لڈو خوش ہوجا، خوشی منا اور میں بھی تجھ سے خوش ہوں۔ تو ہماری خوشی کو مقدم کرکے اللہ تعالیٰ نے اپنی شفقت کی جھلک دکھائی ہے اور ہماری خوشی کو اس لئے بھی مقدم کیا کہ وہ ہماری طرف سے خوشیوں سے بے نیاز ہیں اور اس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے دعا کا ایک مضمون عطا فرمایا جس پر میرے بعض احباب کو وجد آگیا کہ اے اللہ ہم سے تو تقویٰ کا، آپ سے محبت و وفاداری کا حق ادا نہ ہوسکا ہم اپنی نالائقیوں سے اپنی بشری کمزوریوں سے آپ کو خوش نہیں کرسکے لیکن آپ اپنی رحمت سے ہمیں خوش کردیجئے کہ ہم بندے ہیں، آپ تو اللہ ہیں، مالک ہیں، بہت بڑے مالک ہیں آپ ہماری خوشیوں سے بے نیاز ہیں، ہماری

طرف سے خوشی حاصل کرنے کی آپ کو کوئی ضرورت نہیں کیونکہ آپ صمد ہیں اور صمد کی تفسیر حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے کہ المستغنی عن کل احد و المحتاج الیہ کل احد جو سارے عالم سے بے نیاز اور سارا عالم جس کا محتاج ہو۔ پس آپ ہماری طرف کی خوشیوں سے بے نیاز ہیں اور ہم آپ کی طرف سے خوشیوں کے محتاج ہیں۔ ہم تو اتنے کمزور ہیں کہ اگر کوئی شدید غم آجائے تو ہمارا ہارٹ فیل ہوجائے۔ پس اے اللہ ہماری نالائقیوں کو نہ دیکھئے اپنی رحمت سے ہمیں خوش کردیجئے۔

بیداری کی مناسبت معتبر ہے خواب کی نہیں

شب ۲ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ ۳۰ جنوری ۱۹۹۸ء جمعہ بعد عشاء نو بجے
شب در حجرۂ حضرت والا خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ اگر خواب میں دیکھے کہ میں فلاں شخص سے بیعت ہورہا ہوں تو یہ غیبی تائید تو ہوسکتی ہے لیکن خواب کو بنیاد نہیں بنانا چاہئے۔ خواب کو بنیاد بنانا بنیادی غلطی ہے۔ بیداری میں دیکھو کہ اس شیخ سے مناسبت ہے یا نہیں۔ بیداری میں اگر مناسبت ہے تو نفع ہوگا اور اگر بیداری میں مناسبت نہیں تو محض خواب کی بنیاد پر تعلق قائم نہیں کرنا چاہئے۔ حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ خوابوں کی بنیاد پر بیعت ہونا ریت پر مکان بنانا ہے۔ اس کی دو مثالیں اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائیں (۱) اگر کوئی خواب میں دیکھے کہ فلاں لڑکی سے اس کی شادی ہورہی ہے اور لڑکی نہایت حسین ہے لیکن بیداری میں جب اس کو دیکھا تو وہ نہایت بدصورت چیچک رو اور بد ہیئت نظر آئی تو کیا یہ شخص خواب کی وجہ سے اس سے شادی کرے گا؟

اور دوسری مثال یہ ہے کہ خواب میں دیکھے کہ محمد علی کلے کا خون اس کے چڑھایا جارہا ہے لیکن بیداری میں خون کا گروپ اس کے خون سے نہیں ملتا اور ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اگر محمد علی کلے کا خون تم نے چڑھوالیا تو سخت نقصان پہنچے گا بلکہ ہلاکت کا خطرہ ہے تو کیا یہ شخص محض خواب دیکھنے کی وجہ سے محمد علی کلے کا خون چڑھوائے گا ؟ لہٰذا بیداری کی مناسبت کا اعتبار ہے خواب کا اعتبار نہیں ۔ اگر خواب دیکھنے کے باوجود بیداری میں کسی شیخ سے مناسبت محسوس نہیں ہوتی تو اس سے ہرگز نفع نہیں ہوگا ۔ لہٰذا شہرت نہ دیکھو مناسبت دیکھو ۔ نفع کا مدار مناسبت پر ہے ۔ مناسبت نہ ہو تو عمر بھر اگر ساتھ رہو گے تو کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میرا شعر ہے ؎

آنکھ سے آنکھ ملی دل سے مگر دل نہ ملا
عمر بھر ناؤ پہ بیٹھے مگر ساحل نہ ملا

میں جس دن حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہونے جارہا تھا تو اسی رات کو خواب دیکھا کہ میں حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوسرے خلیفہ سے بیعت ہورہا ہوں لیکن چونکہ حضرت حکیم الامت کے ارشاد فرمودہ اُصول سامنے تھے اس لئے اس خواب کی وجہ سے مجھے وسوسہ بھی نہیں آیا کہ میں ان سے بیعت ہوجاؤں کیونکہ بیداری میں مجھے ان سے مناسبت نہیں تھی ۔ جس کو دیکھ کر اس کی محبت معلوم ہو ، اس کے حرکات و سکنات اچھے معلوم ہوں اس کی صحبت سے اللہ کی محبت میں اضافہ ہوتا جائے یہ علامات ہیں روحانی مناسبت کی اور مناسبت کا تو ایک ہی نظر میں اندازہ ہوجاتا ہے ۔ مولانا رومی نے ایک ہی نظر حضرت شمس الدین تبریزی کو دیکھا اور دیکھتے ہی گھائل ہوگئے ، مائل ہوگئے قائل ہوگئے ۔

صحبت کی اہمیت کی ایک عجیب دلیل

ارشاد فرمایا کہ اگر ایک کروڑ امام ابو حنیفہ اور ایک کروڑ امام بخاری اور ایک کروڑ امام ابن حجر عسقلانی جیسے حافظ الحدیث محدثین جنہیں ایک ایک لاکھ احادیث مع اسناد کے یاد تھیں ، بیٹھے ہوں اور وہیں اونٹ چرانے والا ایک ادنیٰ صحابی بیٹھا ہو جسے صرف ایک نظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی ہو تو یہ ائمہ حدیث اور ائمہ فقہ اس صحابی کی خاک پا کے برابر نہیں ہوسکتے کیونکہ صحابی کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل ہے جس سے یہ ائمہ محروم ہیں ۔ اگر صحبت اہم نہ ہوتی تو کتاب اللہ کی تلاوت سے اور کلام رسول اللہ کے مطالعہ سے ہر مومن صحابی ہوجاتا ۔ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ تو آج بھی موجود ہے لیکن کیا آج کوئی صحابی ہوسکتا ہے ؟ اگر صحبت کوئی چیز نہیں تو کتاب اللہ کی تلاوت سے کوئی صحابی بن کر دکھائے ۔ معلوم ہوا کہ کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے صحابی نہیں ہوتا ۔نگاہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی ہوتا ہے ۔ نگاہ نبوت صحابہ ساز ہوتی ہے ۔ ایک کروڑ پاور کا بلب جس نے دیکھ لیا اس کا نور دیکھنے والے کے ذرہ ذرہ میں سما جائے گا ۔ جس نے ایک کروڑ پاور کا وہ بلب نہیں دیکھا اس کو وہ نور کیسے حاصل ہوسکتا ہے ۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جیسا قوی النور اب قیامت تک کوئی نہیں پیدا ہوگا اس لئے اب قیامت تک کوئی صحابی نہیں ہوسکتا ۔

دُنیوی حسن سے عاشقانِ حق کے استغناء کی وجہ مع تمثیل

ارشاد فرمایا کہ ہماری زمین کو اللہ تعالیٰ نے ایک چاند عطا فرمایا جس سے اوقات ماہ و سال کا علم ہوتا ہے۔ سائنسداں کہتے ہیں کہ بعض سیاروں کو دو چاند اور بعض کو چار چار چاند اللہ نے دیئے ہیں۔ ایک سیارہ عطارد ہے اس میں ایک چاند بھی نہیں کیونکہ وہ سورج سے اتنا قریب ہے کہ ہر وقت سورج کے نور سے روشن رہتا ہے۔ اسی پر میں کہتا ہوں کہ جو بندے اللہ سے قریب ہو گئے، صاحب نسبت ہو گئے جو چوبیس گھنٹے اللہ کے نور میں ہیں اُن کو چاندوں کی ضرورت نہیں۔ ان کے قلب میں اتنا قوی نور ہوتا ہے کہ وہ حُسن کے چاندوں سے مستغنی ہو جاتے ہیں۔

عظمتِ شانِ حق کا ایک ادنیٰ مظہر

ارشاد فرمایا کہ میرے ایک سائنسداں دوست نے بتایا کہ آسمان پر جو کہکشاں نظر آتی ہے یہ اربوں کی تعداد میں سورج ہیں جو ہمارے اس سورج سے ہزاروں گنا زیادہ بڑے اور زیادہ گرم اور روشن ہیں لیکن فاصلہ اتنا ہے کہ یہ چمکتے ہوئے ذرات سے نظر آرہے ہیں۔ ساڑھے نو کروڑ میل پر تو اس دنیا کا سورج ہے جو اتنا بڑا نظر آتا ہے تو اندازہ لگایئے کہ کہکشاں کے سورج کتنے فاصلے پر ہوں گے جو چھوٹے چھوٹے تارے سے نظر آرہے ہیں اور ان کے علاوہ بے شمار سیارے فضا میں تیر رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا اندازہ لگاؤ کہ وہ خلاق عظیم کیسی عظمت اور کیسی شان والا ہے، کتنی بڑی کائنات اس

نے پیدا کی ہے لہٰذا جب سجدہ کرو تو ذرا سوچو کہ کتنے بڑے مالک کے سامنے میرا سر ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک دعا کی تشریح

ارشاد فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی تحنیک کی یعنی جب یہ پیدا ہوئے تو آپ نے کھجور چبا کر ان کو چٹائی اور پھر یہ دعا دی کہ اللّٰھم فقھہ فی الدین و حببہ الی الناس اے اللہ اس کو دین کا فقیہ بنا اور لوگوں میں اس کو محبوب کردے۔ دعا کے ان دونوں جملوں میں کیا ربط ہے یہ اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمایا کہ اگر کوئی فقیہ ہو، دین کا علم رکھتا ہو لیکن لوگوں میں محبوب نہ ہو تو کوئی اس سے دین نہیں سیکھے گا۔ اگر لوگوں میں تو محبوب ہے لیکن فقیہ نہیں، علم دین نہیں رکھتا تو بدعت پھیلائے گا کیونکہ علم نہ ہونے سے الٹے سیدھے مسائل بتائے گا اور محبوب ہونے کی وجہ سے لوگ اس کو قبول کریں گے اور اس طرح بدعت پھیل جائے گی۔ امیر المومنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ دعا کیسی جامع ہے لہٰذا ہم لوگ اپنے لئے بھی اس کو مانگا کریں کہ اللّٰھم فقھنا فی الدین و حببنا الی الناس۔

اہل سایہ عرش کا حساب نہیں ہوگا

شب ۴ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۳۱ جنوری ۱۹۹۸ء بروز ہفتہ بعد عشاء نو بجے در حجرۂ حضرت والا دامت برکاتہم گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ سات قسم کے لوگ ایسے ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے جس دن سایۂ عرش کے علاوہ کوئی اور سایہ نہیں ہوگا۔ سوال یہ ہوتا ہے کہ کیا ان لوگوں کا بھی حساب ہوگا؟ جواب یہ ہے کہ سایۂ عرش عطا ہونا بہت بڑا اکرام اور بہت بڑا اعزاز ہے۔ یہ اعزاز عطا ہونا خود دلیل ہے کہ ان سے حساب نہیں لیا جائے گا۔ حساب ان سے لیا جائے گا جن کو یہ سایہ نصیب نہ ہوگا۔ جہاں سایہ ہے وہاں حساب نہیں اور جہاں حساب ہے وہاں سایہ نہیں۔

دنیا میں بھی سایۂ رحمت حق

۴ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۹۸ء اتوار بعد فجر چھ بج کر ۳۵ منٹ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ جن کو قیامت کے دن سایۂ عرش الٰہی مقدر ہے، جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش الٰہی کا سایہ لکھے گا ان کو دنیا میں بھی اپنی رحمت کا سایہ عطا کرے گا۔ جس بیٹے سے ابا خوش ہوتا ہے وہ اگر مالدار ہے تو پردیس میں بھی اس کو اچھا خرچہ بھیجتا ہے، اچھا کھانا، اچھے کپڑے اور اچھے مکان کا انتظام کرتا ہے تاکہ میرا بیٹا آرام سے رہے۔ رب تعالیٰ شانہ جس بندے سے خوش ہوجاتے ہیں اس کو دنیا کے پردیس میں بھی آرام سے رکھتے ہیں اور چٹائیوں اور بوریوں پر لطف سلطنت عطا فرماتے ہیں۔

خدا کی یاد میں بیٹھے جو سب سے بے غرض ہو کر
تو اپنا بوریا بھی پھر ہمیں تخت سلیماں تھا

اور اس کے دل میں ہر وقت ایک غیر فانی بہار رہتی ہے۔ میرا ایک شعر سنئے ؎

زندگی پر بہار ہوتی ہے
جب خدا پر نثار ہوتی ہے

کیوں؟ جب زندگی کا مالک خوش ہوگا تو زندگی پر زندگی برسادے گا اور جب زندگی کا خالق ناراض ہوتا ہے تو ایسی زندگی پر موت برساتا ہے۔ ایسا شخص اسباب راحت میں، پھولوں میں اور بہاروں میں، ڈالروں اور پونڈوں میں پوں پوں چلاتا رہتا ہے مصائب میں گھرا رہتا ہے۔ بال بچوں کی بغاوت، بیوی کی نافرمانی، ہر کام میں پریشانی غرض ہر طرف بلاؤں کا ہجوم ہوتا ہے جس سے خدا ناراض ہوتا ہے ؎

نگاہ اقربا بدلی مزاج دوستاں بدلا
نظر اک ان کی کیا بدلی کہ سارا ہی جہاں بدلا

جسم کو تابع فرمان الٰہی کرنے والا بھی سلطان عادل ہے

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن عرش کا سایہ عطا فرمائیں گے ان میں پہلا شخص ہے امام عادل۔ جس کی ایک شرح اللہ تعالیٰ نے میرے قلب کو عطا فرمائی جو آپ کتابوں میں نہیں پائیں گے اور وہ یہ کہ ہر مومن اپنے جسم کی مملکت کا بادشاہ ہے اور جسم میں مختلف صوبے ہیں، آنکھ کا صوبہ الگ ہے ناک کا صوبہ الگ ہے کان کا صوبہ الگ ہے، ہاتھ پیر

کے صوبے الگ ہیں ۔ جو شخص اپنے دل میں اللہ والوں کی صحبت سے اتنا قوی ایمان حاصل کرلے کہ اس کے قلب کی حکومت اس کے جسم کے سارے صوبوں پر ہو اور جسم کے کسی صوبہ میں اللہ کی مرضی کے خلاف بغاوت نہ ہونے دے، ایک نافرمانی نہ کرنے دے، آنکھ کو کنٹرول میں رکھے، کسی نامحرم کو کسی کی بہو بیٹی کو نہ دیکھنے دے، کانوں کو گانا اور غیبت نہ سننے دے، زبان کو حرام بوسے غیبت اور حرام بریانی سے محفوظ رکھے اور اگر کبھی غلطی ہوجائے تو رو رو کر اپنے مالک حقیقی کو راضی کرلے اور اپنے جسم کی مملکت میں شریعت کے مطابق عدل قائم کردے تو یہ بھی اپنے جسم کی دو گز کی مملکت کا امام عادل ہے ۔ اس کو بھی ان شاء اللہ عرش کا سایہ نصیب ہوگا ۔

جو لیڈران قوم کہتے ہیں کہ ہم ملک میں اسلامی نظام لائیں گے اور ان کے دو گز کے جسم پر اسلام نظر نہیں آتا تو ان سے کیا اُمید رکھی جائے کہ جس دو گز زمین پر تمہیں اس وقت حکومت حاصل ہے اس میں تو تم نے اسلام نافذ نہیں کیا تو ملک میں تم کیا نافذ کروگے ۔ جو سلطنت تمہیں ملی ہوئی ہے تمہارے جسم پر، تمہاری آنکھوں پر، تمہارے گالوں پر، تمہارے بالوں پر، تمہارے گھر کے اندر اسلام نہیں ہے ایسے لوگ اگر لیڈر بن کر اسٹیج پر کہیں کہ ہم ملک میں اسلام لائیں گے تو بھلا ان سے کیا توقع کی جاسکتی ہے ۔ ملک کی زمین پر اسلام وہی نافذ کرسکتا ہے جو پہلے اپنے جسم کی زمین پر اسلام کی حکومت قائم کردے ۔

جوانی کے قائم ودائم رکھنے کا طریقہ

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ما عندکم

ینفد تمہارے پاس جتنی نعمتیں ہیں اگر تم نے اپنے عیش میں استعمال کیا اور ان کو خدا پر فدا نہیں کیا یعنی خدا کی مرضی کے مطابق ان کو استعمال نہیں کیا تو وہ سب فنا ہوجائیں گی و ما عنداللہ باق اور جو کچھ تم نے اللہ پر فدا کیا، جو میرے پاس بھیج دیا تو کیونکہ میں ہمیشہ رہنے والا ہوں تو تمہارا فنا ہونے والا مال بھی ہمیشہ رہے گا، جو کچھ میرے پاس بھیج دو گے ہمیشہ کے لئے باقی ہوجائے گا۔ اگر تم نے اپنی جوانی مجھ پر فدا کی ہے تم تمہاری جوانی بھی ہمیشہ قائم رکھوں گا ۔ وہ ایسے باقی ہیں کہ ان کے خزانے میں جو چیز پہنچ جائے وہ ہمیشہ کے لئے باقی ہوجاتی ہے ۔ لہٰذا جو چاہے کہ اس کی جوانی قائم و دائم رہے وہ جوانی کو اللہ پر فدا کردے یعنی حرام لذتوں میں حرام نظروں میں حرام بوسوں میں ضایع نہ کرے تمام، آرزوؤں کا خون کردے تو سمجھ لو اس نے اپنی جوانی اللہ پر فدا کردی، اس کی جوانی، اس کے دل کی بہار ہمیشہ قائم رہے گی وہاں خزاں ہے ہی نہیں۔ اس کے بال سفید ہوں گے لیکن اس کے دل کی مستی و جولانی کے عالم کا کیا عالم ہوگا سارا عالم اس کے ادراک سے قاصر ہوگا ۔ اس عالم کو صرف اس کا دل ہی محسوس کرے گا ۔ اہل اللہ کی اسی شان کو میں نے ان اشعار میں بیان کیا ہے ؎

عناصر مضمحل پیری سے اہل اللہ کے بھی ہیں
مگر چہرہ سے ان کے پھر بھی تابانی نہیں جاتی

اُٹھا جاتا نہیں ہے بے سہارے پھر بھی یہ کیا ہے
کہ ان کے قلب سے مستی و جولانی نہیں جاتی

کہوں میں کس طرح سے شان ان اللہ والوں کی
لباس فقر میں بھی شان سلطانی نہیں جاتی

لہٰذا درد دل سے کہتا ہوں کہ اے جوانو! جن پر جوانی چڑھ رہی ہے، جن کی جوانی کا آغاز ہورہا ہے اپنی جوانیوں کو اللہ پر فدا کردو۔ اور اختر جو آپ سے خطاب کررہا ہے یہ اٹھارہ سال کی عمر میں شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت ہوا تھا اور حضرت سے پہلی ہی ملاقات میں چالیس دن حضرت کے در پر رہ پڑا اور پھر سولہ سال دن رات حضرت کی خدمت کی توفیق اللہ نے عطا فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ جوانی دینے کا مزہ معلوم ہے اس لئے جوانوں سے کہتا ہوں کہ جو تم کو اللہ کے نام پر جوانی فدا کرنے کی ترغیب دے رہا ہے یہ بھی اللہ کے کرم سے جوانی اللہ کو دے چکا ہے۔ یہ نہ سوچنا کہ یہ بُڈھا ہمیں پھنسارہا ہے۔ یہ بڈھا جوانی اللہ کے نام پر فدا کرکے اور اس کا مزہ لوٹ کر اب بتارہا ہے کہ جو جوان اللہ پر فدا ہوتا ہے اس کی جوانی کائنات میں بے مثل ہے کیونکہ وہ اللہ کی بے مثل ذات پر فدا ہوا ہے اور ٹیڈیوں پر مرنے والوں کو کچھ حاصل نہیں، ان کو کف افسوس ہی ملتے ہوئے پایا کیونکہ ؎

جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا
کیسا دیکھا تھا ہوگئے کیسے
کیا بھروسہ ہے اس جوانی کا
کمر جھک کے مثل کمانی ہوئی
کوئی نانا ہوا کوئی نانی ہوئی
ان کے بالوں پہ غالب سفیدی ہوئی
کوئی دادا ہوا کوئی دادی ہوئی

مکان کی محبت مکین سے محبت اشد کی دلیل ہے

ارشاد فرمایا کہ جن لوگوں کو سایۂ عرش عطا ہوگا ان میں سے ایک ہے رجل قلبہ معلق بالمساجد وہ آدمی جس کا دل مسجد میں لٹکا رہے۔ نماز پڑھ کر آگیا اور مارکیٹ میں دوکان کے اندر بیٹھا ہے اور دل لگا ہوا ہے کہ کب دوسری اذان ہو اور اللہ کے گھر چلوں۔ اس کی شرح اللہ والوں نے یہ کی ہے کہ جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہے یعنی جس کو اللہ کے گھر سے اتنا پیار ہے تو اس کو خود اللہ سے کتنا پیار ہوگا۔ ایک تاجر نے کہا یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم دوکان میں ہوں اور دل مسجد میں ہو تو حضرت حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ یہ ایسے ہی ممکن ہے جیسے اس وقت ہے کہ تم مسجد میں ہوتے ہو اور دل دوکان میں ہوتا ہے۔ ابھی دوکان اور تجارت کی محبت غالب ہے تو جسم مسجد میں ہوتا ہے اور دل دوکان میں لٹکا رہتا ہے جب اللہ کی محبت غالب ہوجائے گی تو جسم دوکان میں ہوگا اور دل مسجد میں ہوگا۔ جس کی محبت غالب ہوجاتی ہے پھر اسی کی یاد غالب ہوجاتی ہے۔ پھر دل میں بھی اللہ کا دھیان رہے گا اور زبان سے بھی بات بات میں اللہ کا نام لوگے۔ تاجر کو مال بھیجنا ہے تو کہوگے کہ ان شاء اللہ کل بھیج دوں گا، کوئی خوشی آئی تو کہوگے الحمدللہ اے اللہ آپ کا احسان ہے شکر ہے کبھی سبحان اللہ کبھی ماشاء اللہ بات بات میں ان کا نام لوگے کیونکہ ؎

ان سے ملنے کو بہانہ چاہیے

اور نماز کے لئے پانچ وقت اللہ تعالیٰ کا مسجد میں بلانا یہ بھی اللہ کی رحمت ہے

کسی کی ماں کہے بیٹا مجھے دن میں پانچ بار اپنا چہرہ دکھا جایا کرو تو بیٹا کہتا ہے کہ میری ماں مجھ سے بہت پیار کرتی ہے تو کیا یہ اللہ تعالیٰ کا پیار نہیں ہے کہ پانچوں وقت ہمیں بلاتے ہیں اور حی علی الصلوٰۃ سے اعلان کراتے ہیں جس کا عاشقانہ ترجمہ یہ کرتا ہوں کہ اے میرے غلامو! جلدی جلدی وضو کرکے تیار ہوجاؤ مولائے کریم اپنے غلاموں کو یاد فرمارہے ہیں۔ اور جو ظالم اذان سُن کر بھی مسجد کی طرف نہ جائے تو سمجھ لو کہ وہ کتنا محروم ہے کہ اتنا بڑا مالک بلارہا ہے پھر بھی نہیں جاتا۔ یہ جس دُنیا سے لپٹا ہوا ہے اور جس کی محبت میں یہ مسجد نہیں جارہا ہے وہ دُنیا ایک دن اس کو لات مار کر قبر میں دھکیل دے گی اس دن پتہ چلے گا کہ جس پر ہم مررہے تھے وہ کام نہ آئی۔ اگر اللہ پر مرتے تو وہ اللہ زمین کے نیچے بھی ساتھ دیتا ہے، قیامت کے دن بھی ساتھ دے گا۔ جنت میں بھی ساتھ دے گا۔ ایسے مالک کو خوش نہ کرنا اس سے بڑھ کر نادانی اور بے وفائی اور احسان فراموشی کیا ہوسکتی ہے۔

اللہ کی نافرمانی کرنا خلاف شرافت ہے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کی ہر نافرمانی سے بچو۔ ان کی نافرمانی کرنا غیرت بندگی کے بھی خلاف ہے۔ اللہ کی نافرمانی سے دل میں حرام مستیاں لانا، حرام خوشیوں سے مست ہونا یہ انتہائی محرومی، بے غیرتی کمینگی ہے، خلاف شرافت ہے کہ جس کی روٹی کھا کر ہم جان بنائیں اس روٹی سے پیدا شدہ طاقت کو اسی اللہ کی مرضی کے خلاف غلط کاموں میں لگائیں۔ بتایئے کہ اگر خدا دس دن ہمیں کھانا نہ دے تو کیا حال ہوگا۔ کیا کوئی مستی سوجھے گی، عورتوں کو دیکھنے کو دل

چاہے گا، وی سی آر اور سینما کو دل چاہے گا یا روٹی روٹی چلاؤ گے لہٰذا اللہ کے کرم سے ہم لوگ غلط فائدہ نہ اٹھائیں یہ بے غیرتی اور کمینہ پن ہے اور شرافت بندگی کے خلاف ہے۔ اللہ والے فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ دوزخ بھی نہ پیدا کرتا تو بھی اللہ کے شریف اور عاشق بندے اللہ کو ناراض نہ کرتے کیونکہ اللہ کے احسانات اتنے ہیں کہ شرافت بندگی کا تقاضا ہے کہ ایسے کریم مالک کو ناراض نہ کرے۔ شرافت بھی تو کوئی چیز ہے۔ کوئی شریف اپنے محسن کو ناراض نہیں کرسکتا لہٰذا اللہ کی ناراضگی کے خوف سے اللہ کی نافرمانی چھوڑ دینی چاہئے کہ میرا مالک اس خوشی سے خوش نہیں ہے لہٰذا جس خوشی سے وہ خوش نہ ہوں اس خوشی کو خوشی خوشی آگ لگادو ؎

خوشی کو آگ لگادی خوشی خوشی ہم نے

نیک گمان کا فائدہ اور بدگمانی کا نقصان

۳ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق یکم فروری ۱۹۹۸ء بروز اتوار بعد نماز
فجر چھ بج کر ۴۵ منٹ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ جہاں تک ہوسکے مسلمان کے بارے میں نیک گمان رکھو۔ کسی کے بارے میں بدگمانی نہ کرو ورنہ تمہارا دل خراب ہوجائے گا۔ دل ایک ظرف ہے اگر اس میں نیک گمان آیا تو یہ اچھا ہوجائے گا اور اگر بُرا گمان آیا تو برتن میں جب بُری چیز آئے گی تو برتن بھی بُرا ہوجائے گا۔ میرے شیخ حضرت شاہ عبدالغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ قیامت کے دن نیک گمان پر بلا دلیل ثواب ملے گا اور برے گمان پر دلیل کا مقدمہ چلے گا کہ فلاں بندے کے متعلق جو تم نے بدگمانی کی تھی اس کی دلیل پیش کرو۔ حضرت فرماتے تھے کہ بے وقوف ہے وہ شخص جو بدگمانی کرکے مقدمہ میں

اپنی گردن پھنساتا ہے اور نیک گمان کر کے مفت میں ثواب نہیں لیتا۔

فیل اور کفیل

دوران گفتگو مزاحاً ارشاد فرمایا کہ سعودی عرب میں اقامہ کے لئے ایک کفیل بنانا پڑتا ہے۔ میں نے وہاں کے بعض دوستوں سے کہا کہ کفیل میں کاف تمثیلیہ ہے یعنی مثل فیل۔ کفیل مثل ہاتھی کے مضبوط اور تگڑا ہو۔ ورنہ جو کفیل خود کفیل نہیں وہ کفیل دیگراں کیا ہو گا۔

خود اپنے حُسن ہی سے وہ بے ہوش ہو گئے

ارشاد فرمایا کہ حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب پہلی بار حضرت جبرئیل علیہ السلام کو دیکھا تو آپ بے ہوش ہو گئے۔ اس پر اشکال ہوتا ہے کہ جس کی عظمت نبوت کی یہ شان ہو کہ بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر اور آپ تمام نبیوں کے سردار ہیں اور شب معراج حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مجال نہ تھی کہ سدرۃ المنتہیٰ سے وہ ایک بال برابر آگے بڑھ جاتے لہٰذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب اگر ایک بال برابر میں آگے بڑھوں گا تو جل جاؤں گا۔ دونوں جہان میں صرف آپ ہی کا یہ مقام ہے کہ اب صرف آپ ہی آگے جاسکتے ہیں۔ لہٰذا آپ کا بے ہوش ہونا افضل کا غیر افضل کے سامنے بے ہوش ہونا لازم آتا ہے۔ اس اشکال کا قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے جو جواب دیا ہے وہ قابل وجد ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت والا گنگوہی کتنے بڑے

عاشق رسول تھے۔ فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل علیہ السلام کی عظمتوں کی وجہ سے بے ہوش نہیں ہوئے تھے بلکہ کفار مکہ کے گندے آئینوں میں آپ کو اپنے مقامات نبوت اور عظمت شان نبوت نظر نہیں آتی تھی اور جبرئیل علیہ السلام کو جب دیکھا تو ان کے شفاف ملکوتی آئینہ میں آپ کو اپنی عظمت نبوت کا انکشاف ہو لہٰذا آپ اپنی نبوت کی عظمتوں سے، اپنی نبوت کے جمال و کمال کے انکشاف سے بے ہوش ہوگئے ۔

غش کھا کے گر گئے تھے وہ آئینہ دیکھ کر
خود اپنے حُسن ہی سے وہ بے ہوش ہوگئے

صحبت یافتہ اور فیض یافتہ

ارشاد فرمایا کہ جس بادشاہ کو اپنی بادشاہت کا علم نہ ہو وہ بادشاہ نہیں ہے۔ جس ڈپٹی کمشنر کو معلوم نہ ہو کہ میں اس حلقہ کا ڈپٹی کمشنر ہوں وہ ڈپٹی کمشنر بھی نہیں ہے۔ ایسے ہی جس پیغمبر کو اپنی نبوت کا علم نہ ہو وہ نبی نہیں ہوسکتا۔ سب سے پہلے نبی کو اپنی نبوت پر ایمان لانا فرض ہوتا ہے۔ کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گذرا جس نے کہا ہو کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں نبی ہوں یا نہیں بلکہ ہر نبی نے اپنی نبوت کا ببانگ دہل اعلان فرمایا جس طرح خاتم النبیین سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ حنین میں فرمایا کہ انا النبی لا کذب انا ابن عبدالمطلب اور قیامت تک کے لئے اعلان فرمادیا انا خاتم النبیین لا نبی بعدی کہ میں خاتم النبیین ہوں اب میرے بعد قیامت تک کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لہٰذا اب قیامت تک جو نبی ہونے کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا کذاب اور دجال ہے۔ انبیاء کو تو وحی سے اپنی نبوت کا یقینی علم ہوجاتا

ہے لیکن اولیاء اللہ کو بھی حالات و قرائن سے معلوم ہوجاتا ہے کہ میرے قلب میں وہ مولیٰ اپنی تجلی خاصہ سے متجلی ہوگیا، ولایت خاصہ عطا ہوگئی، جس کو اپنے قلب میں اس مولیٰ کا قربِ خاص محسوس نہ ہو وہ ولی نہیں، اس کا دل خالی ہے۔ ناممکن ہے کہ دریا میں پانی ہو اور اس کو محسوس نہ ہو کہ میرے اندر پانی ہے۔ اگر دریا خاک اُڑا رہا ہے یہ دلیل ہے کہ اس دریا میں پانی نہیں ہے چاہے وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ میں لبالب بھرا ہوا ہوں اور سینہ تان کر بہہ رہا ہوں لیکن اس کا خاک آمیز ماحول بتائے گا کہ یہ پانی سے محروم ہے، یہ ڈینگ بانک رہا ہے اور لاف زنی کررہا ہے جب دریا لبالب بہتا ہے تو بہت دُور تک اس کی ٹھنڈک فضاؤں میں داخل ہوجاتی ہے۔ کئی میل دُور سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اس طرف دریا ہے کیونکہ ادھر سے جو ہوا آتی ہے وہ پانی سے لگ کر آتی ہے۔ پانی کی صحبت یافتہ ہوا اور ٹھنڈی نہ ہو؛ جو ہوا ٹھنڈی نہ ہو تو دلیل ہے کہ یہ پانی کی صحبت یافتہ نہیں ہے۔ اگر صحیح معنوں میں صحبت یافتہ ہوتی اور پانی کی ٹھنڈک کو صحیح معنوں میں جذب کیا ہوتا تو ضرور ٹھنڈی ہوتی۔ صحبت یافتہ کے معنی خالی صحبت یافتہ نہیں بلکہ فیض یافتۂ صحبت ہے۔ اس لئے خالی یہ نہ دیکھئے کہ یہ شخص شیخ کے ساتھ رہتا ہے بلکہ یہ دیکھئے کہ اس کے اندر شیخ کا فیض کتنا آیا ورنہ وہ صحبت یافتہ تو ہے فیض یافتہ نہیں کیونکہ اھدنا الصراط المستقیم کا بدل الکل من الکل صراط الذین انعمت علیھم ہے یعنی انعام والے بندوں کا راستہ پکڑو تب صراط مستقیم پاؤ گے اور انعام والے بندے کون ہیں؟ ان کو دوسری آیت میں بیان فرمایا اولٰئک مع الذین انعم اللہ علیھم من النبیین و الصدیقین والشھداء والصالحین و حسن اولٰئک رفیقا پس اگر انعام والے بندوں کے ساتھ رہنے

کے باوجود کوئی ان کی صفات کا حامل نہیں تو کہا جائے گا کہ یہ فیض یافتۂ صحبتِ منعم علیہم نہیں ہے، اس کے حُسن رفاقت میں کوئی کمی ہے۔ حسن اولئٹک رفیقا سے معلوم ہوا کہ صرف رفاقت کافی نہیں حُسنِ رفاقت مطلوب ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس کے حُسن رفاقت میں کوئی کمی ہے اور وہ کمی کیا ہے؟ مثلاً شیخ کے ارشادات پر عمل نہ کرنا۔ بے برکتی کا سبب بے عملی اور بے فکری ہے۔ شیخ نے مشورہ دیا کہ غصہ نہ کرنا مخلوق خدا پر رحمت وشفقت کرنا تو شیخ کی بات کو مان لو اور زندگی بھر غصہ کو قریب نہ آنے دو۔ اگر شیخ کے مشوروں پر عمل کی توفیق نہیں تو وہ فیض یافتۂ صحبت نہیں ہے خواہ وہ لاکھ دعویٰ کرے کہ مجھے فیض صحبت حاصل ہے لیکن اگر تمہارے قلب میں نسبت مع اللہ کا دریا بہہ رہا ہے تو مغلوبیت نفس کی خاک کیوں اڑ رہی ہے؟ یہ غصہ سے تمہارا مغلوب ہوجانا دلیل ہے کہ دل اللہ کے تعلق خاص سے محروم ہے کیونکہ اللہ کی محبت کی لازمی علامت تواضع اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی اذلۃ علی المؤمنین کہ یہ لوگ مومنین کے لئے بچھے جاتے ہیں، تواضع سے پیش آتے ہیں۔ جس شاخ میں پھل آجاتا ہے وہ جھک جاتی ہے اور یہ تمہارا اکڑ کے چلنا اور ہر کسی سے لڑنا اور ہر وقت طبیعت سے شکست کھا کر گر پڑنا دلیل ہے کہ تمہارے اندر اللہ کی محبت کی کمی ہے اور شیخ کا فیض صحبت تمہیں نہیں ملا اور ملا تو بہت ہی کم ملا۔

شیخ کے فیض کے جذب کی صلاحیت دو چیزوں سے ملتی ہے نمبر (۱) ذکر اللہ پر مداومت نمبر (۲) تقویٰ پر استقامت۔ ذکر اللہ سے حیات ایمانی ملتی ہے اور فیض زندوں کو پہنچتا ہے مُردہ آدمی کو فیض کیا پہنچے گا۔ حدیث پاک میں ہے کہ ذاکر مثل زندہ کے ہے اور غیر ذاکر کی مثال مُردہ کی سی ہے۔ ملا علی قاری

فرماتے ہیں فان مداومة ذکر الحی الذی لا یموت تورث الحیاة الحقیقی التی لا فناء لها ذکر پر مداومت مورث ہے حیات حقیقی کی جس کو کبھی فنا نہیں ۔ جو ذکر نہیں کرتا وہ مثل مُردہ کے ہے اور جذب فیض شیخ سے محروم رہتا ہے ۔ صحبت یافتہ ہونے کے باوجود جن کو فیض نہیں ملا اس کے دو سبب ہیں۔

نمبر (۱) اللہ کو یاد نہ کرنا (۲) تقویٰ سے نہ رہنا یعنی گناہ سے نہ بچنا ۔ ہر شخص کو صحبت کا فیض بقدر مجاہدہ کے ہوتا ہے ۔ اگر تل کو گلاب کے پھولوں میں بسایا ہوا ہے مگر وہ تل مجاہدہ سے نہیں گذرا ، رگڑ رگڑ کے اس کی موٹی کھال یعنی بھوسی نہیں چھڑائی گئی تو ایسا تل پھولوں کا صحبت یافتہ ہوگا فیض یافتہ نہیں ہوگا ۔ اس کی موٹی موٹی کھال کے پردوں کی وجہ سے پھول کی خوشبو اس میں نفوذ نہیں کرے گی اور اسی تل کو اگر رگڑ رگڑ کر اس کی بھوسی چھڑادی جائے یہاں تک کہ ہلکا سا ایک غلاف رہ جائے جس میں سے تیل نظر آتا ہے کہ اگر سوئی چبھودو تو تیل باہر آجائے اتنا مجاہدہ کراکے اب گلاب کے پھولوں میں اگر اس تل کو بسادو گے تو اب گلاب کا فیض پہنچے گا اور گلاب کی خوشبو تل کے تیل میں نفوذ کرجائے گی ۔ معلوم ہوا کہ اگر صحبت یافتہ ہے لیکن مجاہدہ کرکے دل سے غفلت کے پردوں کو نہیں ہٹاتا ، گناہ سے بچنے کا غم نہیں اُٹھاتا تو شیخ کا فیض اس کے دل میں نفوذ نہیں کرے گا ۔ صحبت یافتہ ہونا اور ہے فیض یافتہ ہونا اور ہے ۔

لہٰذا ذکر پر مداومت اور تقویٰ پر استقامت یعنی نظر کی حفاظت اور اللہ کے راستہ کا غم اٹھانے سے ، گناہوں سے بچنے کا غم اُٹھانے سے جذب فیض مرشد کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے ورنہ قیامت تک شیخ کے ساتھ رہوگے تو زمانا صحبت یافتہ ہونے کے باوجود فیض یافتہ نہ ہوگے ۔ صحبت کا کچھ نہ کچھ فائدہ تو

ضرور ہو گا لیکن نامکمل فائدہ ہو گا۔ اگر مکمل فائدہ اور شیخ کا فیض کامل چاہتے ہو تو دل کے پردوں کو مٹاؤ، اللہ کے راستہ کا غم اٹھاؤ اور شیخ کا بتایا ہوا ذکر کرتے رہو ان شاء اللہ جذب فیض شیخ کی صلاحیت پیدا ہوجائے گی اور شیخ کے رنگ میں رنگ جاؤ گے۔

متلاشیان رضاء حق پر انعامات الٰہیہ

شب ۴ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ یکم فروری ۱۹۹۸ء اتوار بعد مغرب بوقت ۴۵ / ۹ در حجرۂ حضرت والا دامت برکاتہم

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا ایک حال بیان فرمایا اور اس کی خبر دی کہ یریدون وجھہ اور مضارع سے بیان فرمایا جس میں حال اور استقبال دو زمانہ ہوتا ہے کہ میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے میرے صحابہ کا مقام یہ ہے کہ حالاً و استقبالاً یہ میرے مُرید اور میں ان کا مُراد ہوں یعنی موجودہ حالت میں بھی کوئی لمحہ ان پر ایسا نہیں گذرتا کہ میں ان کے دل میں مُراد نہ رہوں اور کسی لمحہ ان کا دل مجھ سے غافل ہوجائے اور آئندہ کے لئے بھی ان کو خوش خبری دے رہا ہوں کہ آئندہ بھی کوئی لمحۂ حیات ان پر ایسا نہیں گذرے گا جس میں میں ان کا مُراد نہ رہوں گا۔ اس میں صحابہ کے ذکر دائمی کا ثبوت ہے کہ ہروقت ان کے دل میں اللہ ہے اور ان کی زندگی کی کوئی سانس ایسی نہیں جس میں کوئی غیر اللہ کوئی لیلیٰ یا دُنیا مُراد ہوجائے۔ اسی لئے ان کے استقبال کا آفتاب بھی روشن ہے کہ ان کا خاتمہ بھی ایمان پر ہو گا کیونکہ ہر مضارع حال اور استقبال کا حامل، ضامن اور کفیل ہوتا ہے اس لئے ارادوا وجھہ نازل نہیں فرمایا یریدون نازل فرمایا تاکہ معلوم ہوجائے کہ حالاً و

استقبالاً میں ان کا مُراد رہوں گا۔ حال تو ان کا درست ہے ہی مستقبل بھی ان کا تابناک رہے گا کیونکہ آخری سانس تک یہ میری رضا کو تلاش کرنے والے اور اپنے قلب میں مجھے مُراد بنانے والے ہیں لہٰذا ان کو حُسن خاتمہ نصیب ہوگا۔ یہ خبر اللہ تعالیٰ نے دی ہے جس میں صحابہ کی استقامت علی الدین اور حُسن خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کی، اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خبر کیوں نازل کی، حکم کیوں نہیں دیا کہ مجھے اپنا مُراد بناؤ تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتادیا کہ میں اپنے عاشقوں کو حکم نہیں دیتا ہوں۔ یریدون وجھه ان کا حال بن جاتا ہے اس کی خبر دے رہا ہوں کہ جو میرے عاشق ہیں، جنہوں نے اپنے دل میں مجھ کو پالیا ان کی شان خود بخود یہ ہوجاتی ہے کہ ان کو کوئی غیر اللہ کوئی لیلیٰ نظر ہی نہیں آتی، میں ہی ان کے قلب میں حالاً و استقبالاً مُراد رہتا ہوں اور صحابہ کا حال بصورت خبر اس لئے بھی نازل کیا تاکہ قیامت تک آنے والے میرے عاشقوں کو راستہ مل جائے، ان کی راہ نمائی ہوجائے کہ اپنا کوئی لمحۂ حیات، اپنی زندگی کی کوئی سانس ایسی نہ گذارنا جس میں میں تمہارا مُراد نہ رہوں یعنی تمہارے دائرۂ ارادت سے میں ایک لمحہ بھی الگ نہ رہوں اور ہر وقت تم اپنے قلب میں مجھے حالاً و استقبالاً مُراد رکھو۔

لہٰذا سمجھ لیجئے جو شخص ایک لمحہ کے لئے بدنظری کرتا ہے، ایک لمحہ کے لئے کسی حسین لڑکی یا لڑکے کو دیکھتا ہے اسی لمحے وہ یریدون وجھه کے دائرہ سے نکل جاتا ہے۔ اس وقت وہ مرید لیلیٰ ہوتا ہے، مرید مولیٰ نہیں رہتا کیونکہ جو مرید مولیٰ ہوتا ہے وہ مرید لیلیٰ ہو ہی نہیں سکتا اور یہ مرنے والی لاش کو دیکھ رہا ہے۔ جو شخص مولیٰ کو چھوڑ کر مرنے والی لاشوں کو دیکھتا ہے یہ مستقبل سے

بے خبر ہوتا ہے اور ہر وہ شخص جو مستقبل سے بے خبر ہوتا ہے اسی کو بے عقل اور بے وقوف کہا جاتا ہے۔ حماقت اور بے عقلی کی بین لاقوامی تعریف یہ ہے کہ مستقبل اور انجام بینی سے بے خبری۔ بتائیے جس لڑکے یا لڑکی کے حُسن کو دیکھ کر یہ مست ہورہا ہے اس پر بڑھاپا آئے گا یا نہیں، یا اس کو موت آسکتی ہے یا نہیں، یا اس کا حسن جوانی ہی میں زائل ہوسکتا ہے یا نہیں اس وقت سوائے پچھتانے اور ہاتھ ملنے کے کیا ملے گا۔

پس یریدون وجهه میں اللہ تعالیٰ نے اپنے عاشقوں کا حال اور استقبال بیان فرمادیا۔ لہٰذا اس زمانہ میں بھی جو یریدون رہے گا یعنی اللہ تعالیٰ کو دل میں ہر وقت مُراد بنائے گا اور غیر اللہ سے دل نہ لگائے گا اس کو بھی استقامت علی الدین اور حُسن خاتمہ نصیب ہوگا کیونکہ صحابہ میں یہ شان کیسے آئی ؟ یریدون وجهه سے آئی اور یریدون وجهه کی شان ان میں کیسے پیدا ہوئی ؟ صحبت نبوت کے فیضان سے۔ اسی کی مشق کے لئے شیخ کی صحبت میں رہنا پڑتا ہے، سفر و حضر میں اس کے ساتھ ایک زمانہ لگانا پڑتا ہے جیسے بچہ ایک زمانہ ماں کا دودھ پیتا ہے تب تگڑا ہوتا ہے۔

شرح حدیث اللّٰھم انی اعوذ بك من جهد البلاء الخ

۱۱شوال المکرم ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۹ فروری ۱۹۹۸؁ء بروز دوشنبہ
بعد فجر ۵:۳۰ / ۶ بہ مقام خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک کی یہ دعا اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ جَھْدِ الْبَلَاءِ وَ دَرْكِ الشَّقَاءِ وَ سُوْءِ الْقَضَاءِ وَ شَمَاتَةِ الْاَعْدَاءِ روزانہ مانگنے کا معمول بنالیں۔ اس کی برکت سے ان شاء اللہ تعالیٰ سخت مصیبت سے،

شقاوت و بدبختی سے سوء قضا سے اور دشمنوں کے طعن و تشنیع سے حفاظت رہے گی۔

جهد البلاء کے جیم پر ضمہ اور فتحہ دونوں پڑھنا جائز ہے لیکن فتحہ کو ترجیح ہے کیونکہ فتحہ اخف الحرکات ہے۔ یہ مرجح بھی بیان ہوگیا۔

جهد البلاء کی محدثین نے دو شرح کی ہے۔ ایک معنی ہیں ایسی سخت بلاء اور مصیبت جس سے آدمی موت کی تمنا کرنے لگے۔ ایک مریض کا واقعہ میرا خود اپنا چشم دید ہے کہ دمہ کی وجہ سے اس کی سانس اندر نہیں جاری تھی اور وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے موت کا انجکشن لگادو۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ایسی بیماری اور مصیبت سے محفوظ فرمائے آمین۔

اور دوسری شرح عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی ہے کہ قلة المال و کثرة العیال یعنی مال کم ہو اور اولاد زیادہ ہو۔ مال کی کمی کی وجہ سے ان کی پرورش اور کھانے پینے میں سخت پریشانی ہوتی ہے یہ بھی جهد البلاء ہے جس سے پناہ مانگی گئی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اموال کو اولاد پر مقدم فرمایا اِسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّارًا ○ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ○ وَّ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّ بَنِيْنَ الخ اپنے رب سے معافی چاہو وہ بہت بخشنے والا ہے۔ آسمان سے تم پر پانی برسائے گا اور استغفار کی برکت سے تمہارے مال اور تمہاری اولاد کو بڑھادے گا۔ اموال کو مقدم فرمایا تاکہ بندے گھبرا نہ جائیں کہ اولاد زیادہ ہوئی تو کہاں سے کھلاؤں گا۔

و درك الشقاء شین پر زبر ہے جس کے معنی بدبختی اور بدنصیبی کے ہیں اس وقت تو ہم چین و آرام سے ہیں لیکن پناہ چاہتے ہیں کہ آئندہ کوئی بدبختی ہم کو پکڑ نہ لے لہٰذا اے اللہ ہمارے مستقبل کو شقاوت و بدنصیبی سے

تحفظ عطا فرما۔ اور گناہوں کو شقاوت و بد نصیبی میں بڑا دخل ہے گناہوں سے شقاوت پیدا ہوتی ہے اس کی دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ دعا ہے اَللّٰھُمَّ ارْحَمْنِیْ بِتَرْکِ الْمَعَاصِیْ اے اللہ مجھ پر وہ رحمت نازل فرما کہ جس سے میں گناہوں کو چھوڑ دوں وَلَا تُشْقِنِیْ بِمَعْصِیَتِكَ اور مجھے میرے گناہوں کی وجہ سے بد بخت نہ ہونے دیجئے۔ معلوم ہوا کہ گناہوں میں شقاوت اور بد بختی کی خاصیت ہے۔ اس لئے گناہوں کو جلد چھوڑ دینا چاہئے ورنہ کہیں ایسا نہ ہو کہ گناہوں کی نحوست سے شقاوت مقدر ہو جائے۔ اس دعا میں درک الشقاء سے پناہ مانگی گئی تاکہ ہمارا مستقبل شقاوت سے محفوظ ہو جائے۔

و سوء القضاء میں ماضی کی بد نصیبی سے پناہ مانگی جارہی ہے کہ اگر ماضی میں آپ نے میری تقدیر میں کوئی شقاوت اور سُوء قضا لکھ دی ہو تو اس کو حُسنِ قضا سے تبدیل فرمادیجئے۔ جو فیصلے میرے حق میں بُرے ہیں ان کو اچھے فیصلوں سے تبدیل فرمادیجئے۔ یہاں سوء کی نسبت قاضی کی طرف نہیں مقضی کی طرف ہے اللہ تعالیٰ کا کوئی فیصلہ سوء ہو ہی نہیں سکتا لیکن جس کے خلاف وہ فیصلہ ہے اس کے حق میں بُرا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ کا ہر کام حکمت سے خالی نہیں اسی کو مولانا فرماتے ہیں ؎

کفر ہم نسبت بہ خالق حکمت است

اگر قضا اور فیصلہ کی تبدیلی اللہ کو منظور نہ ہوتی اور سُوء قضا کا حُسن قضا سے مبدل ہونا محال ہوتا تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ دعا نہ سکھاتے۔ یہ جو کہا جاتا ہے کہ قضاء الٰہی کو تبدیل کرنا محال ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ بندوں کے لئے محال ہے اللہ تعالیٰ کے لئے کچھ مشکل نہیں۔ وہ حاکم مطلق ہیں جب چاہیں اپنے فیصلہ کو تبدیل فرماسکتے ہیں۔ اسی کو مولانا رومی عاشقانہ انداز

میں مانگتے ہیں کہ اے اللہ اگر میری قسمت میں کوئی سُو، قضا آپ نے لکھ دی ہو تو اس سُو، قضا کو حُسنِ قضا سے تبدیل فرمادیجئے کیونکہ قضا آپ کی محکوم ہے آپ پر حاکم نہیں ہو سکتی ۔ آپ کا فیصلہ آپ پر حکومت نہیں کرسکتا، آپ کے فیصلوں کو آپ پر بالا دستی حاصل نہیں بلکہ آپ کو اپنے فیصلوں پر بالا دستی حاصل ہے ۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مالک یوم الدین فرمایا کہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں ۔ قیامت کے دن میری حیثیت قاضی اور جج کی نہیں ہوگی قاضی اور جج تو قانون مملکت کا پابند ہوتا ہے ۔ قانون کے خلاف وہ کوئی فیصلہ نہیں کرسکتا ۔ کہہ دیتا ہے کہ صاحب کیا کریں قانونی مجبوری ہے لیکن مجھے کوئی قانونی مجبوری نہیں ہو سکتی کیونکہ میں قیامت کے دن کا مالک ہوں قاضی اور جج کی طرح قانون کا پابند نہ ہوں گا ۔ جس کو چاہوں گا اپنے شاہی رحم سے بخش دوں گا اسی لئے اللہ تعالیٰ نے عرش اعظم کے سامنے یہ عبارت لکھوائی ہوئی ہے کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ میری رحمت اور غضب کی دوڑ میں میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ۔ موضح القرآن کے مصنف حضرت شاہ عبدالقادر محدث دہلویؒ نے لکھا ہے کہ یہ عبارت از قبیل مراحم خسروانہ ہے یعنی بطور شاہی رحم کے ہے ۔ دنیا میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سپریم کورٹ سے جب کوئی مجرم ہار جاتا ہے تو اخباروں میں آجاتا ہے کہ مجرم نے شاہ سے رحم کی اپیل کردی ۔ لہٰذا جو گنہگار جہنم کا مستحق ہوگا اللہ تعالیٰ جس کو چاہیں گے اپنے شاہی رحم سے، اپنے مراحم خسروانہ سے بخش دیں گے ۔ یہ بات تفسیر موضح القرآن میں ہے اور یہ تفسیر چودہ سال میں لکھی گئی اور جس پتھر پر شاہ صاحب کہنی سے ٹیک لگا کر لکھا کرتے تھے اس پتھر پر نشان پڑ گیا تھا ۔ یہ بات میرے شیخ شاہ عبدالغنی صاحبؒ نے مجھے بتائی لہٰذا ہم اسی دنیا میں یہ دعا مانگ

لیں کیونکہ آخرت دارالجزاء ہے وہاں کوئی نہیں مانگ سکتا، وہاں کوئی عمل نہیں کرسکتا۔ یہ دُنیا دارالعمل ہے لہٰذا ہم یہاں پہلے ہی اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل کردیں کہ اے اللہ ہمیں قیامت کے دن اپنے مراحم خسروانہ سے بخش دیجئے۔

و شماتۃ الاعداء اور دشمنوں کی طعنہ زنی سے پناہ مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سکھارہے ہیں۔ مثلاً جو شخص امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا ہو اور کسی مصیبت میں مبتلا ہوجائے تو دشمن طعنہ دیتے ہیں کہ دیکھے ہمیں کہا کرتے تھے اب خود کیسی مصیبت میں گرفتار ہیں لہٰذا شماتۃ اعداء سے پناہ مانگو کہ اے اللہ دشمنوں کو ہم پر طعنہ زنی کا موقع نہ دے۔

اور دوسری دعا ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنْ زَوَالِ نِعْمَتِكَ وَ تَحَوُّلِ عَافِيَتِكَ وَ فُجَاءَةِ نِقْمَتِكَ وَ جَمِيْعِ سَخَطِكَ۔ جمیع سخطک کا ترجمہ دلالت التزامی سے یہ ہے کہ اے اللہ ہمیں ہر گناہ سے بچا جو سبب ہے آپ کی ناراضگی کا۔

بدنظری سے بچنے کا ایک انوکھا طریقہ

ارشاد فرمایا کہ جب کوئی حسین شکل سامنے آجائے اور شدید تقاضا دیکھنے کا ہو تو نظر کو سختی سے بچا کر نفس سے کہے کہ تجھے تو یہ شکل اچھی لگ رہی ہے مگر میرے اللہ نے اس کو دیکھنا حرام فرمایا ہے اس لئے تیرا فیصلہ غلط اور میرے اللہ کا فیصلہ صحیح ہے اور اے آنکھ تجھے جو اس شکل میں حُسن نظر آرہا ہے تو غلط دیکھتی ہے میرا اللہ جو اس کا خالق ہے وہ خبیر و بصیر ہے وہ منع

فرمارہا ہے لہٰذا اس میں کوئی خوبی اور حُسن ہو ہی نہیں سکتا ۔ میرا نفس تو کمینہ ہے لہٰذا اس کی آرزو اور تقاضا اور فیصلہ صحیح نہیں ہوسکتا میرے اللہ کا حکم یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ صحیح ہے، خیر ہی خیر اور رحمت ہی رحمت ہے لہٰذا میں اپنے نفس کی ہرگز نہیں مانوں گا کیونکہ اس کی ماننے میں خسارہ ہی خسارہ ہے، اس کی بات ماننے سے جوتے پڑتے ہیں ۔ اے اللہ آپ نے یغضوا کا حکم دے کر ہمیں ذلت و رُسوائی سے بچایا ہے ۔

اور ناظر اور منظور دونوں پر لعنت برستی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بد دعا ہے لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ لہٰذا جو بد نظری کررہا ہے اس کو بھی نہ دیکھو کیونکہ وہ حالت لعنت میں ہے اور مورد لعنت کو دیکھنا دیکھنے والے کے لئے بھی موجب لعنت ہوسکتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عذاب کی بستی سے گذرے تو سر مبارک پر اور آنکھوں پر رومال ڈال لیا اور صحابہ سے فرمایا کہ اس بستی سے جلدی سے نگاہ نیچی کرکے گذر جاؤ اس کو دیکھو بھی نہیں کیونکہ یہاں اللہ کی لعنت و عذاب نازل ہوا ہے ۔

حکم استغفار کی ایک عاشقانہ تمثیل

۱۸ شوال ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶ فروری ۱۹۹۸ء دوشنبہ بمقام رنگون (برما) دوپہر ساڑھے بارہ بجے حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفۂ مجاز صحبت حضرت مفتی محمود صاحب سے ملاقات کے بعد واپس ہوتے ہوئے کار میں حضرت والا نے مندرجہ ذیل ملفوظات ارشاد فرمائے ۔

ارشاد فرمایا کہ نجات کا کوئی راستہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اپنی زندگی کی ہر سانس کو مجرمانہ سمجھتے ہوئے معترفانہ، مستغفرانہ، نادمانہ، تائبانہ، ناجیانہ

اور فائزانہ بنالو ان شاء اللہ تعالیٰ ایسے شخص کی نجات ہوجائے گی۔ ایک شخص مٹھائی کی دوکان پر ہو اور شوگر کی بیماری ہو اور مٹھائی کا شوقین بھی ہو تو کس قدر عظیم خطرہ میں ہے کہ پرہیز میں کوتاہی کر بیٹھے۔ اس زمانہ میں چاروں طرف حسن کی مٹھائیاں بکھری ہوئی ہیں، نیم عریاں لڑکیاں ہر طرف پھر رہی ہیں لہٰذا کوشش کرو، ہمت کرو، جان لڑا دو کہ ان کو ہرگز نہ دیکھیں گے لیکن جو کچھ چوک ہوجائے تو اللہ تعالیٰ سے گڑگڑا کر معافی مانگو۔ بھوکی چڑیا ہے اور چاروں طرف دانے بکھرے ہوئے ہیں تو مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

صد ہزاراں دام و دانہ است اے خدا

ما چو مرغان حریص بے نوا

ایک لاکھ دانے اور جال لگے ہوئے ہیں اور ہم حریص اور لالچی چڑیوں کی طرح ہیں جنہیں بھوک بھی لگی ہوئی ہے۔ نفس تو لذت گناہ کا شوقین ہوتا ہے اس لئے کوشش کرو، جان لڑادو، غم اٹھاؤ پھر بھی اگر خطا ہوجائے تو اللہ سے معافی مانگو کہ اے اللہ ہم آپ سے شرمندہ ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو معاف کرنا نہ ہوتا تو اِسْتَغْفِرُوْا کا حکم ہی نہ دیتے۔ جب ابا بچہ سے کہے کہ معافی مانگ تو سمجھ لو ابا معاف کرنا چاہتا ہے۔ استغفروا کا حکم بتاتا ہے کہ ربا ہم کو معافی دینا چاہتے ہیں۔ پھر ماں سکھاتی ہے کہ ہاتھ جوڑ کر ایسے معافی مانگو۔ اسی طرح اللہ والے سکھاتے ہیں کہ ربا سے کس طرح معافی مانگو۔ لاکھ عریانی ہے لیکن بار بار نظر بچانے سے حلوۂ ایمانی کی بھی تو فراوانی ہے۔ جو بار بار اپنا دل توڑے گا اور اللہ کے قانون کا احترام کرے گا تو اس کے قلب پر تجلیات پیہم کا نزول ہوگا

میر میرے دل شکستہ میں

جام و مینا کی ہے فراوانی

تقویٰ گناہ سے بچنے کے غم اٹھانے کا نام ہے

ارشاد فرمایا کہ دل چاہے کہ حسینوں کو خوب دیکھوں اور ان سے خوب باتیں کروں لیکن لاکھ دل چاہے، دل کے چاہنے پر عمل نہ کرکے غم اٹھالے، زخم حسرت کھالے، خون تمنا کرلے اسی کا نام تقویٰ ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ تقویٰ اس کا نام ہے کہ دل میں خیال بھی نہ آئے گناہ کا۔ یہ تقویٰ کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ تقویٰ نام ہے کف النفس عن الھوی کا۔ جب تمہارے اندر ھویٰ ہی نہیں تو کس چیز کو روکو گے۔ دل میں لاکھ تقاضا ہو کہ اس حسین کو دیکھوں اس سے باتیں کروں وغیرہ لیکن خدا کے خوف سے دل کے تقاضوں پر عمل نہیں کرتا اس کا نام تقویٰ ہے۔ اگر حُسن کو دل ہی نہ چاہے گا تو اسے کیا خاک تقویٰ حاصل ہوگا۔ مجاہدہ ہی اس کا کیا ہوگا۔ حُسن کی طرف جب میلان اور تقاضا ہی نہیں ہے تو اس تقاضے کو روکنے کا یہ غم ہی کیا اٹھائے گا، یہ تو خشک آدمی ہے۔ اس کے اندر عشق و محبت ہی نہیں ہے، یہ اللہ کا راستہ کیا طے کرے گا۔ دل چاہے لاکھ تقاضا ہو پھر بھی ایک حُسن کو نہ دیکھے پھر مزہ ہے۔ یہ اللہ کے راستہ کی لذت پالے گا۔ جس کو حُسن کی طرف دیکھنے کا خیال بھی نہ آئے وہ یا نابالغ ہے یا مخنث ہے لہٰذا حُسن کی طرف شدید میلان ہو، شدید تقاضا ہو، شدید خواہش ہو، دل چاہے کہ ایک حسین کو بھی نہ چھوڑوں لیکن دل کے چاہنے پر عمل نہ کرکے غم اٹھانا، زخم حسرت کھانا، خون تمنا پینا اس کا نام تقویٰ ہے۔ تقویٰ اس کا نام نہیں ہے کہ گناہ کو دل ہی نہ چاہے۔ اگر ایسا ہوتا تو فرشتوں کو متقی کہا جاتا لیکن فرشتے معصوم ہیں، ان کو

متقی کہنا جائز نہیں کیونکہ ان کے اندر گناہوں کے تقاضے نہیں ہیں ۔ وہ تو نورانی مخلوق ہیں ۔ اولیاء اللہ فرشتوں سے تقویٰ کی وجہ سے ہی بازی لے گئے کہ باوجود تقاضائے گناہ کے یہ گناہوں سے بچتے ہیں اور اگر کبھی خطا ہوجاتی ہے تو ندامت و گریہ و زاری و اشکباری سے یہ اللہ سے قریب ہوجاتے ہیں ۔ فرشتوں کو صرف قربِ عبادت حاصل ہے لیکن اولیاء اللہ کو قربِ عبادت بھی حاصل ہے اور قربِ ندامت بھی حاصل ہے ۔ اسی کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

کبھی طاعتوں کا سرور ہے کبھی اعترافِ قصور ہے
ہے ملک کو جس کی نہیں خبر وہ حضور میرا حضور ہے

لہٰذا میں کہتا ہوں کہ جن کے دل میں گناہوں کے شدید تقاضے ہیں وہ ہرگز مایوس نہ ہوں بلکہ خوش ہوجائیں کہ ان کو اللہ نے ایسا تیز راکٹ دیا ہے جس سے وہ اللہ کی طرف بہت جلد اڑ جائیں گے ۔ جس کا دل چاہے حسینوں کو پیار کرنے کو اس کے باوجود بے چارہ صبر کرتا ہے، اسی صبر اور زخمِ حسرت سے وہ اللہ والا بن جاتا ہے ؎

زخمِ حسرت ہزار کھائے ہیں
تب کہیں جاکے ان کو پائے ہیں
ان حسینوں سے دل بچانے میں
ہم نے غم بھی بڑے اُٹھائے ہیں

عاشقوں کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ مجھے نئی نئی تعبیرات اور نئے نئے عنوانات عطا فرماتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور قیامت تک اُمت مجھے

فراموش نہ کرے اور راہ محبت کی رہ نمائی حاصل کرتی رہے جس کو اللہ تعالیٰ میرے لئے صدقہ جاریہ بنادیں۔

لاش اور لاس

شب ۱۹ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۹۸ء دوشنبہ برمکان حاجی سلیم صاحب (میزبان) محلہ کالا بستی (MugalaTownyint Township) رنگون (برما) بعد طعام عشاء۔ مفتی نور محمد صاحب برمی اور دیگر علماء بھی موجود تھے۔

ارشاد فرمایا کہ لاش پر مرنے والے لاس (Loss) میں آجاتے ہیں۔ ان کی بڑی ش چھوٹی س سے تبدیل ہوجاتی ہے جب بڑھاپے سے اس کے کالے بال سفید ہوجاتے ہیں اور سفید چوٹی بوڑھے گدھے کی دُم معلوم ہوتی ہے اور جن رس بھری آنکھوں پر مرے تھے ان سے کیچڑ بہنے لگتا ہے اور جن ہونٹوں پر وہ میر کا یہ شعر پڑھتے تھے ؎

نازکی اس کے لب کی کیا کہئے
پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

جب لقوہ سے اسی معشوق کا منہ ٹیڑھا ہوگیا اور گلاب کی پنکھڑی لوہے کی ہتھکڑی معلوم ہونے لگی اس وقت ان کی چال میں لڑکھڑی پڑجاتی ہے پھر وہ اس گدھے کی طرح بھاگتے ہیں حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ جو شیر سے وہ بھاگتا ہے۔ اس وقت پچھتاتے ہیں کہ آہ ہم کس پر مرے تھے۔ لاش پر مرنے کا لاس تب ان کو معلوم ہوتا ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

شکل بگڑی تو بھاگ نکلے دوست
جن کو پہلے غزل سنائے ہیں

اللہ تعالیٰ نے ان فانی لاشوں پر مرنے کے لئے یہ دل نہیں بنایا، یہ دل مندر نہیں ہے اللہ کا گھر ہے۔ لَا اِلٰہَ سے ان فانی بتوں کو نکالو پھر جس کا گھر ہے وہ اس میں آجائے گا ؎

نکالو یاد حسینوں کی دل سے اے مجذوب
خدا کا گھر پئے عشق بُتاں نہیں ہوتا

قرب حق کی لذت غیر محدود کا الفاظ و لغت احاطہ نہیں کرسکتے

ارشاد فرمایا کہ اللہ کے نام کی غیر محدود عظمتوں کو اور غیر محدود لذتوں کو ہماری محدود لغت کیسے بیان کرسکتی ہے۔ لغت کچھ دیر تو ساتھ دیتی ہے اس کے بعد الفاظ ہاتھ جوڑ لیتے ہیں کہ اس کے آگے بیان سے ہم قاصر ہیں جس طرح سدرۃ المنتہیٰ پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا تھا کہ اس کے بعد اگر ایک بال برابر بھی آگے جاؤں گا تو جل جاؤں گا۔ جب یہ مقام آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اللہ کے نام کی عظمت اور اللہ کے نام کی لذت کو الفاظ و لغت بیان کرنے سے قاصر اور مجبور ہوجاتے ہیں اس وقت اختر آہ و زاری اشکباری اور گریہ و زاری کرنے لگتا ہے کہ اے اللہ الفاظ تو قاصر ہوگئے آپ اپنے نام کی لذت و حلاوت ہمارے دلوں میں ڈال دیجئے پھر کسی الفاظ و لغت کی ضرورت نہ ہوگی قلب و جاں اس لذت کا ادراک کریں گے جیسے کسی دیہاتی نے کبھی شامی کباب نہ کھایا ہو اس کے مُنہ میں کوئی کباب رکھ دے تو کباب کی لذت کو پاجائے گا اگرچہ بیان نہ کرسکے۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہم نے تو مدرسوں میں اللہ کی محبت کی فہرست پڑھی تھی

لیکن کھانے کو ملی حاجی صاحب کے پاس۔ حاجی صاحب اصطلاحی عالم نہیں تھے وہ اللہ کی محبت کی مٹھائیوں کے نام نہ جانتے تھے لیکن قرب الٰہی کی تمام مٹھائیاں کھائے ہوئے تھے۔ ان کی صحبت میں جاکر حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی، مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی، مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہم اللہ جیسے بڑے بڑے علماء کو اللہ کے قرب اور اللہ کے نام کی مٹھائی کی لذت ملی۔ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء ظاہر مدرسوں میں صرف فہرست پڑھتے ہیں لیکن جب تک کسی اللہ والے صاحب نسبت بزرگ کی خدمت میں نہیں جائیں گے اس وقت تک اللہ کے نام کی حلاوت اور مٹھائی کھانے کو نہیں مل سکتی۔ بدون صحبت اہل اللہ علم کی لذت کا ادراک ناممکن ہے۔

سایۂ مرشد نعمت عظمیٰ ہے

ارشاد فرمایا کہ میرے شیخ حضرت والا شاہ ابرارالحق صاحب دامت برکاتہم جب کراچی سے ہردوئی واپس تشریف لے جانے لگے اس وقت میں نے حضرت والا کو یہ شعر سنایا ؎

شیخ رخصت ہوا گلے مل کے
شامیانے اُجڑ گئے دل کے

حضرت والا خوش ہوگئے اور احقر کو تنہائی میں بُلا کر ایک نعمت دے کر چلے گئے جو میں نہیں بتاؤں گا۔ (احقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ اگر حضرت والا بتا دیں گے تو ہم لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے گا تو فرمایا کہ) حضرت والا نے میرے

اسفار پر پابندی لگادی تھی وہ بحال فرمادی اور پابندی لگانا بھی شیخ کی شفقت ہے۔ حضرت والا نے دیکھا کہ میرے خلیفہ کو ساری دُنیا میں بُلایا جارہا ہے ایسا نہ ہو کہ اس کے دل میں عجب و کبر پیدا ہوجائے۔ شیخ کی شفقت یہ گوارا نہیں کرتی کہ میرا مُرید ہلاک ہوجائے اسی لئے کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتا ہے اور کبھی تحریر و تقریر پر پابندی لگادیتا ہے۔ لیکن یہ شعر سُن کر حضرت والا کو یقین ہوگیا کہ جو شیخ کا عاشق ہوتا ہے اس کو اللہ ضایع نہیں کرتا۔ ضایع وہی لوگ ہوئے جن کے سر پر کوئی بڑا نہیں تھا۔ جس کار پر کسی کا پاؤں نہ ہو یعنی کار کا کوئی ڈرائیور نہ ہو وہ جہاں تک سیدھا راستہ ہوگا جائے گی لیکن جہاں موڑ آئے گا وہیں ٹکرا جائے گی۔ جن کی گردن پر کسی شیخ کا پاؤں نہیں تھا وہ کچھ دُور تک تو صحیح چلے لیکن کہیں جاہ کے اور کہیں باہ کے موڑ پر تصادم کر بیٹھے اور پاش پاش ہوگئے خود بھی تباہ ہوئے اور جو ان کے ساتھ تھے وہ بھی تباہ ہوئے۔ جاہ اور باہ کے موڑوں پر شیخ ہی مُرید کو سنبھالتا ہے۔

آغوش رحمت الٰہیہ کی ایک دل سوز تمثیل

شب ۲۱ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۸ فروری ۱۹۹۸ء بروز بدھ سورتی مسجد رنگون بعد مغرب سات بجے۔ (اسی مسجد میں ۱۹۲۰ء میں حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا مشہور وعظ ملت ابراہیم ہوا تھا۔)

وعظ کے آخر میں حضرت والا نے یوں دعا فرمائی کہ اے اللہ اگر ہم اپنی نادانی سے، اپنی نالائقی سے، اپنے کمینہ پن سے آپ کے نہ بننا چاہیں تو بھی آپ ہمیں دوڑا کر اپنی آغوش رحمت میں لے لیجئے جیسے ماں چھوٹے بچے سے کہتی ہے کہ آجا میری گود میں تو بچہ ہنستا ہوا بھاگتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں ماں

کی گرفت میں نہیں آسکتا اور ماں بھی اس کے پیچھے ہنستی ہوئی بھاگتی ہے اور دوڑ کر اس کو گود میں لے کر پیار کر لیتی ہے۔ اے اللہ ہم بھی مثل بچوں کے نادان ہیں، ہم گناہوں کے چکروں میں فانی لاشوں کے پیچھے آپ سے دُور بھاگے جا رہے ہیں۔ اے اللہ اپنی رحمت کو دوڑا کر ہم کو گود میں لے لے اپنی رحمت کی گود میں لے لے اپنی رحمت کی گود میں لے لے۔ ہم سب کو سو فیصد ولی اللہ بنا دے۔ یہاں ایک بندہ بھی ایسا نہ رہے جو آپ کا ولی نہ بنے اے اللہ سب کے لئے فیصلہ فرما دے اور اے اللہ میرے جو احباب یہاں موجود نہیں ہیں، حاضرین کے علاوہ جملہ احباب غائبین کو بھی سارے عالم میں جہاں بھی ہیں سب کو جذب فرما کر اپنا بنا لے اور پوری اُمت مسلمہ پر رحم فرما دے بلکہ اُمت دعوت اہل کفر کو بھی ایمان کی دولت سے اور اپنی دوستی سے نوازش فرما دے۔ وصلی اللہ تعالیٰ علی النبی الکریم آمین۔

تصویر کی حرمت کے عجیب و غریب اسرار

۲۱ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۹ فروری ۱۹۹۸ء صبح ساڑھے آٹھ بجے پروفیسر علی خلیفہ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادہ یعقوب صاحب کے دفتر میں۔

ارشاد فرمایا کہ گھر یا دفتر میں کوئی تصویر نہ ہونی چاہئے کیونکہ رحمت کے فرشتے اس گھر میں نہیں آتے جہاں تصویر ہوتی ہے۔ تصویر کو حرام کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں اور بندیوں کی آبرو رکھی ہے۔ مثلاً اگر نانی کی ایک تصویر سولہ سال کی عمر کی لگی ہوئی ہے تو غیر آدمی بھی نانی کو تو عزت سے سلام کرے گا لیکن تصویر کو دیکھ کر دل میں گندے خیال لائے گا کہ کاش یہ مل جاتی۔ اللہ کا احسان ہے کہ تصویر کو حرام فرما دیا تاکہ اس کے بندوں اور

بندیوں کے بارے میں لوگ بُرے خیال نہ لائیں۔

اور تصویر کی حرمت کا ایک راز اللہ تعالیٰ نے یہ دل میں ڈالا کہ تصاویر تاریخ زندگی کی دستاویز بنتی ہیں۔ پس اگر کوئی فسق و فجور میں مبتلا ہے اور حالت گناہ کی تصاویر اُتار لی گئیں پھر مستقبل میں اللہ کی توفیق سے یہی شخص توبہ کر کے ولی اللہ اور شیخ وقت ہوگیا اس وقت اگر کوئی حاسد اس کی ماضی کی تصاویر پیش کردے تو اس میں مومن کی کس قدر ذلت و رسوائی ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے تصویر کو حرام فرمادیا تاکہ گناہوں کی دستاویز نہ بن سکے اور اس طرح اپنے بندوں کی آبرو کو تحفظ بخشا۔

ہنسی مزاح کے متعلق علوم نافعہ

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں کثرت ضحک سے دل مُردہ ہونے کی جو وعید وارد ہوئی ہے اس سے مُراد وہ ہنسی ہے جو غفلت کے ساتھ ہو۔ یہ بات ملا علی قاری نے مرقاۃ میں حدیث ان کثرۃ الضحک تمیت القلب کی شرح میں لکھی ہے۔ جو لوگ شرح نہیں دیکھتے وہ مطلق ہنسی کو بُرا سمجھتے ہیں۔ اگر حدیث پاک کے یہ معنی ہوتے جو یہ متقشف لوگ سمجھتے ہیں تو ہنسنا ثابت ہی نہ ہوتا حالانکہ حدیثوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا ہنسے حتیٰ بدت نواجذہ کہ آپ کی ڈاڑھیں کھل گئیں اور صحابہ کرام بھی ہنسا کرتے تھے کان یضحکون ولکن الایمان فی قلوبھم کان اعظم من الجبل صحابہ کرام خوب ہنستے تھے لیکن ایمان ان کے دلوں میں پہاڑوں سے بھی زیادہ تھا۔

حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتی اعظم پاکستان نے بتایا کہ ایک بار خواجہ صاحب نے ہم لوگوں کو خوب ہنسایا پھر ہم لوگوں سے دریافت

فرمایا کہ بتاؤ اس وقت ہنسی کی حالت میں کس کس کا دل اللہ سے غافل تھا۔ حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ ہم لوگ خاموش رہے تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ الحمد للہ میرا دل اس وقت بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ مشغول تھا پھر یہ شعر پڑھا ؎

ہنسی بھی ہے گو لبوں پہ ہر دم اور آنکھ بھی میری تر نہیں ہے
مگر جو دل رو رہا ہے پیہم کسی کو اس کی خبر نہیں ہے

اور ایک مثال اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ڈالی کہ کسی باپ کے بہت سے بچے ہوں جو باپ کے نہایت فرماں بردار ہوں اور باپ ان سے خوش ہو وہ جب آپس میں ہنستے ہیں تو باپ خوش ہوتا ہے کہ میرے بچے کیسے ہنس رہے ہیں اور نافرمان بچے جن سے باپ ناخوش ہے وہ جب ہنستے ہیں تو باپ کو غصہ آتا ہے کہ مجھے ناخوش کیا ہوا ہے اور نالائق ہنس بھی رہے ہیں۔ جن بندوں نے اللہ کو راضی کیا ہوا ہے اور جو اللہ کو ناخوش نہیں کرتے، اپنی آرزوؤں کو توڑ دیتے ہیں لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتے ان کے ہنسنے سے اللہ تعالیٰ خوش ہوتے ہیں اور جو غافل اور نافرمان ہیں ان کی ہنسی بھی اللہ کو ناپسند ہے دونوں کے ہنسنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

غافل کی ہنسی اور ہے ذاکر کی ہنسی اور

اور میرا دوسرا شعر ہے ؎

دل ہے خنداں جگر میں ترا درد و غم
تیرے عاشق کو لوگوں نے سمجھا ہے کم

حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو لوگ زیادہ سنجیدہ ہوتے ہیں اکثر متکبر ہوتے ہیں اور فرمایا کہ ہنستا بولتا آدمی اچھا اس میں تکبر نہیں ہوتا۔ میں بھی بچپن سے خاموش طبع، فکرمند جو ہر وقت کچھ سوچتا رہتا ہو ایسے لوگوں سے دور بھاگتا تھا۔ مجھے بھی خوش طبع اور ہنسنے بولنے والے لوگوں سے مناسبت ہوتی ہے۔ زیادہ خاموش اور سنجیدہ قسم کے لوگوں سے وحشت ہوتی ہے۔ ایک شخص خوب ہنستا بولتا رہتا ہے لیکن جب کوئی حسین شکل سامنے آتی ہے نابینا بن جاتا ہے آنکھ بند کرلیتا ہے، نظر اٹھا کر نہیں دیکھتا۔

جب آگئے وہ سامنے نابینا بن گئے
جب ہٹ گئے وہ سامنے سے بینا بن گئے

ایک گناہ نہیں کرتا بتائیے یہ شخص اچھا ہے یا وہ جو بالکل خاموش آنکھیں بند کئے باخدا بنا ہوا ہے لیکن جیسے ہی کوئی کشتی نظر آئی ناخدا بن گیا اور سوار ہوگیا یعنی بدنگاہی کرنے لگا۔ اکثر وہ لوگ جو سنجیدہ اور مقدس بنتے ہیں کسی سے بات نہیں کرتے تجربہ ہے کہ یہی لوگ ہیں جن کے بارے میں اکبر الٰہ آبادی نے کہا تھا کہ

خلاف شرع شیخ تھوکتا بھی نہیں
اندھیرے اُجالے مگر چوکتا بھی نہیں

میں کہتا ہوں کہ اس زمانہ میں اپنے اللہ والے دوستوں میں رہو، ان سے خوب ہنسو بولو بس نافرمانی کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جب کوئی حسین شکل سامنے آئے

اب ہمت سے کام لو نفس کے گھوڑے کی لگام کس دو کہ نالائق تجھے ہرگز نہیں دیکھنے دوں گا۔ اللہ والے دوستوں میں دن خوب عیش سے گذرجائیں گے اور نافرمانی سے بچ جاؤ گے ورنہ اگر لوگوں سے بھاگ کر خلوت اختیار کی تو یہ وہ زمانہ ہے کہ شیطان پہنچ جائے گا۔ اگر کچھ نہ کرسکا تو تنہائی میں پُرانے گناہوں کی ریل چلاکر دل کو تباہ کردے گا۔ پُرانے گناہوں کو یاد دلائے گا یا نئے گناہوں کی اسکیم بنائے گا۔ لہٰذا اس زمانہ میں زیادہ تنہائی میں رہنا سخت خطرناک ہے اللہ والے دوستوں میں رہنے میں ہی فائدہ ہے کیونکہ خلوۃ مع الرحمٰن مفید ہے خلوۃ مع الشیطان نہیں۔

صحبت اہل اللہ کی ضرورت کی دلیل

۲۳ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۱ فروری ۱۹۹۸ء بروز
ہفتہ بعد فجر سات بجے مسجد رونق اسلام رنگون (برما)

ارشاد فرمایا کہ حدیث پاک میں ہے کہ قیامت کے دن ایک شہید کو بُلایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ کس لئے شہید ہوا؟ کہے گا کہ اے اللہ آپ کے لئے میں نے جان دے دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ کہتا ہے تو اس لئے شہید ہوا تاکہ کہا جائے کہ تو بڑا بہادر ہے۔ حکم ہوگا کہ اس کو جہنم میں ڈال دو۔ اسی طرح ایک قاری کو بُلایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ پوچھیں گے کہ تم قاری کس لئے بنے؟ کہے گا کہ اے اللہ آپ کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو نے قراءت اس لئے کی تاکہ کہا جائے گا کہ تو بہت بڑا قاری ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا۔ پھر ایک سخی کو بُلایا جائے گا اللہ تعالیٰ اس سے پوچھیں گے کہ مال کس لئے خرچ کیا؟ کہے گا کہ

اے اللہ آپ کے لئے اللہ تعالیٰ فرمائیں گے جھوٹ کہتا ہے تو نے اس لئے خرچ کیا تاکہ کہا جائے کہ تو بہت بڑا سخی ہے۔ اس کو بھی جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ معلوم ہوا کہ دکھاوا اتنا خطرناک مرض ہے کہ ایک شہید کی شہادت قبول نہیں ہوئی، ایک قاری کی قراءت قبول نہیں ہوئی، ایک سخی کی سخاوت قبول نہیں ہوئی۔ جان بھی گئی، مال بھی گیا، قراءت سیکھنے کی محنت بھی گئی اور جنت بھی نہ ملی۔ لہٰذا دل کو ٹٹولنا چاہیے کہ ہم کس لئے عمل کررہے ہیں اور اس مرض کے علاج کی فکر کرنی چاہیے۔

ریا سے حفاظت کا اور اخلاص کے حاصل کرنے کا کیا طریقہ ہے۔

حضرت مفتی شفیع صاحب مفتی اعظم پاکستان نے اپنے شیخ و مرشد حضرت حکیم الامت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے اس شعر کے متعلق پوچھا کہ حضرت شاعر نے جو یہ کہا ہے کہ ایک منٹ کی صحبت اہل اللہ سو سال کی اخلاص والی عبادت سے بہتر ہے تو کیا یہ مبالغہ نہیں ہے۔ حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے فرمایا کہ مفتی صاحب یہ مبالغہ نہیں ہے بلکہ شاعر نے کم بیان کیا ہے کہ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا۔ شاعر کو یوں کہنا چاہیے تھا

یک زمانے صحبت با اولیاء

بہتر از لکھ سالہ طاعت بے ریا

اللہ والوں کی صحبت ایک لاکھ سال کی اخلاص والی عبادت سے افضل ہے اور اس کی وجہ حضرت نے ملفوظات حسن العزیز میں بیان فرمائی کہ شیطان نے ہزاروں سال عبادت کی لیکن مردود ہونے سے نہ بچ سکا لیکن اللہ والوں کا صحبت یافتہ مردود نہیں ہوتا، گناہ کا اس سے صدور تو ہوسکتا ہے لیکن دائرۂ اسلام سے خروج نہیں ہوسکتا۔ ایمان ان شاء اللہ اس کا سلامت رہے گا

حسنِ خاتمہ نصیب ہوگا اور اللہ والوں کا صحبت یافتہ گناہوں پر قائم بھی نہیں رہ سکتا، توفیق توبہ ان کی برکت سے نصیب ہوجاتی ہے۔ تو فرمایا کہ صحبت اہل اللہ میں جب یہ اثر ہے کہ وہ دائرۂ اسلام سے خروج سے حفاظت کی ضامن ہے تو پھر وہ اس عبادت سے کیوں افضل نہ ہوگی جس میں یہ اثر نہ ہو۔

حضرت حکیم الامت نے اس کی کوئی دلیل نقل نہیں فرمائی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک حدیث مجھے یاد دلائی جو حضرت حکیم الامت کے ارشاد کی دلیل ہے۔ بخاری شریف کی حدیث ہے من احب عبدًا لا یحبہ الا للّٰہ جو شخص کسی بندے سے صرف اللہ کے لئے محبت کرے تو اس کو حلاوت ایمانی نصیب ہوگی اور ملاعلی قاری فرماتے ہیں و قد ورد ان حلاوۃ الایمان اذا دخلت قلباً لا تخرج منہ ابداً و فیہ اشارۃ الیٰ بشارۃ حسن الخاتمۃ یعنی حلاوت ایمانی جس قلب کو عطا ہوتی ہے پھر کبھی اس دل سے نہیں نکلتی اور جب ایمان کبھی دل سے نکلے گا ہی نہیں تو اس میں حُسنِ خاتمہ کی بشارت موجود ہے۔ اور دوسری دلیل بھی بخاری شریف کی ہے ھم الجلساء لا یشقیٰ جلیسھم یہ اللہ والے ایسے ہمنشین ہیں کہ ان کے پاس بیٹھنے والا شقی اور بدبخت نہیں رہ سکتا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمّت کو ایک دعا تعلیم فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا کہ تم یہ دعا پڑھ لیا کرو تو تم دکھاوے کے مرض سے نجات پاجاؤ گے من قلیلہ و کثیرہ و صغیرہ و کبیرہ چاہے تھوڑی ریا ہو یا زیادہ ہو، چھوٹا دکھاوا یا بڑا دکھاوا ہو ہر قسم کے دکھاوے اور ریا سے نجات پاجاؤ گے وہ دعا یہ ہے اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ وَ اَنَا اَعْلَمُ اے اللہ میں پناہ چاہتا ہوں کہ آئندہ تیرے ساتھ دکھاوا اور شرک کروں اور مجھے اس کی

خبر بھی ہو لیکن ماضی میں جو کچھ ہو چکا وَاسْتَغْفِرُكَ لِمَا لَا أَعْلَمُ اے اللہ اس سے بھی میں معافی چاہتا ہوں کہ دکھاوا ہو گیا اور مجھے پتہ بھی نہ چلا۔ لہٰذا اعوذ بك سے پاکی مل گئی اور استغفرك سے معافی مل گئی تو پاکی بھی ملی اور معافی بھی ملی اور کیا چاہیے یعنی بندہ ریا سے پاک کر دیا گیا اور جو کچھ دکھاوا ماضی میں ہو چکا اس کی معافی مل گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو یہ دعا سکھائی اس میں ریاء دکھاوا اور شرک خفی سے پاکی بھی ہے اور معافی بھی ہے۔

لیکن اگر کوئی دعا کرتا رہے کہ اے اللہ مجھے اولاد دے دے اور شادی نہ کرے تو کیا اس کو اولاد ملے گی؟ ایسے ہی ریاء سے بچنے کی یہ دعا جب قبول ہوگی جب اللہ والوں کی صحبت میں رہو۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اللہ والوں کی صحبت میں رہنا سو برس کی اخلاص کی عبادت سے افضل ہے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ مگر ایک منٹ کی اخلاص کی عبادت نصیب نہیں ہوگی جب تک اللہ والوں کی صحبت میں نہیں جاؤ گے۔ اخلاص ملتا ہی ہے اللہ والوں کی صحبت سے۔

اب اگر کوئی یہ اشکال کرے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تو صرف دعا سکھائی، صحبت اہل اللہ کی قید تو نہیں لگائی تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جن کو یہ دعا سکھائی جارہی تھی وہ بھی تو صحبت یافتہ تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ جن کو صحبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حاصل تھی ان کو یہ دعا بتائی گئی۔ معلوم ہوا کہ اللہ والوں کی صحبت بھی حاصل رہے اور یہ دعا بھی رہے تو پھر ان شاء اللہ تعالیٰ کام بن جائے گا۔

دنیا کا مزہ بھی اللہ والوں ہی کو حاصل ہے

۲۵ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۳ فروری ۱۹۹۸ء، دوشنبہ
بعد فجر ۶ بج کر ۳۵ منٹ خانقاہ شرافت گنج ڈھاکہ

ارشاد فرمایا کہ حضرت حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو اللہ والا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی دنیا کو بھی لذیذ کردیتے ہیں۔ اس کو اللہ کی نعمتوں میں روٹی میں، کپڑے میں بیوی بچوں میں اپنی تجارت میں زیادہ مزہ ملتا ہے کیونکہ نعمت دینے والے سے اس کا رابطہ اور تعلق صحیح اور قوی ہوگیا اور جو اللہ سے دور ہے وہ دنیا تو پاجائے گا لیکن دنیا کا مزہ نہیں پائے گا کیونکہ جس نے دنیا بنائی ہے اس سے یہ دور ہے۔ جس نے کوئی مکان بنایا لیکن مکان میں رہنے والے کو مالک مکان سے کوئی تعلق اور محبت نہ ہو تو بتایئے اس کے مکان میں مزہ آئے گا؟ مالک مکان سے اگر خوب محبت ہو پھر اس کا مہمان بنے تو مزہ آتا ہے اور جس سے محبت نہیں ہوتی اس کے مکان میں بھی مزہ نہیں آتا۔ پس جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی دُنیا میں بھی مزہ ملتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ سے محبت نہیں ہوتی تو اللہ کی بنائی ہوئی دُنیا میں وہ مزہ نہیں پاتا چاہے اس کو اللہ تعالیٰ دنیا کثرت سے دے دے لہٰذا جو لوگ اللہ کی محبت نہیں سیکھتے ان کی زمین ان کے کاروبار ان کے شاندار مکان سے ان کو وہ مزہ نہیں ملتا جو اللہ والوں کو ملتا ہے۔ اللہ والوں کو اللہ کی بنائی ہوئی ہر چیز میں مزہ ہے، دنیا میں بھی ان کو مزہ ہے جنت میں بھی مزہ ہے۔

محبتِ شیخ علیٰ سبیل خلت مطلوب ہے

۲۸ شوال المکرم ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶ فروری ۱۹۹۸ء، جمعرات
ساڑھے آٹھ بجے صبح خانقاہ شرافت گنج ڈھاکہ (بنگلہ دیش)

ارشاد فرمایا کہ پیر کی کتنی محبت ہونی چاہئے اس مضمون کے متعلق ایک بہت بڑا راز اللہ تعالیٰ نے میرے قلب پر منکشف فرمایا اور وہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ المرء علیٰ دین خلیله فلینظر احدکم من یخالل انسان اپنے خلیل اور گہرے دوست کے دین پر خود بخود ہوجاتا ہے۔ تو اگر شیخ سے اتنی محبت ہوجائے کہ وہ ہمارے قلب میں خلیل ہوجائے تو اس کی تمام ادائیں ہمارے اندر خود بخود آجائیں گی اور جب تک یہ ادائیں اس کے اندر نہیں آرہی ہیں تو صحبت شیخ اس کے لئے نفع کامل کا ذریعہ نہیں بن رہی ہے بوجہ اس کی نالائقی اور عدم اتباع کے۔ شیخ کامل کی صحبت سے نفع کامل حاصل کرنے کے لئے تفسیر روح المعانی کا ایک جملہ ہے کہ خالطوھم لتکونوا مثلھم اتنا ساتھ رہو کہ تم بھی اپنے شیخ کی طرح ہوجاؤ، وہی دردِ دل، وہی آہ و فغاں، وہی غضِ بصر، وہی تقویٰ تمہارے اندر بھی منتقل ہوجائے۔ اس حدیث کی رو سے کہ المرء علیٰ دین خلیله اگر شیخ تمہارا خلیل ہوتا اور علیٰ سبیل خلت تم کو شیخ کی محبت نصیب ہوتی تو شیخ کی راہ میں اور تمہاری راہ میں فرق نہ ہوتا۔ معلوم ہوا کہ تمہاری رفاقت میں حُسن نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ حَسُنَ أُولٰٓئِكَ رَفِیْقًا یہ خالی جملۂ خبریہ نہیں ہے اس میں جملۂ انشائیہ پوشیدہ ہے۔ یہ بہت اچھے رفیق ہیں اس خبر میں یہ انشاء موجود ہے کہ ان کے ساتھ حسین رفاقت اختیار کرو۔ جب تک شیخ کے راستہ میں اور مُرید کے راستہ

میں فرق ہے تو اللہ تعالیٰ سے شیخ کی محبت علیٰ سبیل خلت مانگو کہ اے اللہ شیخ کو میرے قلب میں اتنا محبوب کردے کہ وہ میرا خلیل ہوجائے اور میں علیٰ دین خلیلہ ہوجاؤں ۔ پس جب شیخ کی محبت خلت کے درجہ میں پہنچ جائے گی تو اس کے مشورہ پر اتباع کامل کی توفیق ہوگی اور پھر خود بخود شیخ کے تمام اخلاق آپ کے اندر منتقل ہوجائیں گے ۔ یہ شرح اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے دل کو عطا فرمائی ۔

محبت علیٰ سبیل خلت کی مزید تشریح

۳ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۴ مارچ ۱۹۹۸ء بدھ صبح سوا سات بجے خانقاہ شرافت گنج ڈھاکہ

ارشاد فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ المرء علی دین خلیلہ اس حدیث میں شیخ کی محبت کی تعلیم ہے اور بخاری شریف کی حدیث ہے من احب عبدا لا یحبہ الا للہ اس میں بھی شیخ کی محبت کی تعلیم ہے کیونکہ شیخ سے محبت اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے کیونکہ اس کے ساتھ کوئی رشتہ داری نہیں، وطنی علاقائی، زبانی و تجارتی تعلق بھی نہیں ہے ۔ اپنے شیخ کی محبت کا ایک انعام یہ بھی ہے جو بخاری کی اس حدیث میں مذکور ہے کہ اس کو ایمان کی مٹھاس ملے گی اور اس کا خاتمہ ایمان پر ہوگا اور اس کو اللہ کی محبت بھی ملے گی اور اعمال صالحہ کی محبت بھی ملے گی ۔ اس لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اللہ کی محبت مانگی تو اس کے ساتھ اللہ کے عاشقوں کی محبت بھی مانگی اور اعمال کی محبت بھی مانگی اللھم انی اسئلك حبك و حب من یحبك و حب عمل یبلغنی حبك اللہ کی محبت اور اعمال کی محبت کے بیچ

میں اللہ کے عاشقوں کی محبت مانگ کر سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بتادیا کہ جس کو شیخ کی محبت مل جاتی ہے اس کو اللہ کی محبت بھی مل جاتی ہے اور اعمال کی توفیق بھی ہوجاتی ہے اور حدیث المرء علیٰ دین خلیلہ سے معلوم ہوا کہ ہر آدمی اپنے خلیل (گہرے دوست) کے دین پر خود بخود ہوجاتا ہے لہٰذا جس کو اپنے شیخ کی محبت کم ہوگی علیٰ سبیل خلت نہیں ہوگی اس کے اندر شیخ کا دین، شیخ کا اخلاق، شیخ کا تعلق مع اللہ پورا منتقل نہیں ہوگا۔ خلیل کے معنی ہیں گہرا دوست۔ دوستی اتنی گہری ہو کہ دل کے اندر داخل ہوجائے۔ اس حدیث کی شرح مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں فرمائی کہ ؂

مہر پاکاں درمیان جاں نشاں

شیخ کی محبت کو، اللہ والوں کی محبت کو اپنی جان کے اندر رکھ لو، عقل میں نہیں، عقلی محبت کافی نہیں ہے، دماغ میں بھی نہیں، قلب میں بھی نہیں صرف دل کی محبت بھی کافی نہیں ہے اور آگے بڑھو، دل کے درمیان کی محبت سے بھی آگے بڑھو درمیان جان لے آؤ۔ روح کے اندر لے آؤ، جان کے اوپر اوپر والی محبت بھی کافی نہیں، یہ مولانا رومی کی بلاغت ہے، فرماتے ہیں کہ شیخ کی محبت کو جان کے اوپر ہی نہ رکھو جان کے درمیان میں لے آؤ اور ؂

دل مدہ الا بمہر دل خوشاں

اور دل کسی کو مت دو لیکن جن کے دل اچھے ہوگئے ہیں ان کو دل دو اور دل کب اچھا ہوتا ہے؟ دل تو ایک ظرف ہے، برتن ہے۔ برتن کب اچھا ہوگا؟ جب اس میں اچھی چیز رکھوگے۔ اللہ کی محبت سے بڑھ کر کون سی چیز اچھی ہوسکتی ہے۔ بس جن کے دل اللہ کی محبت سے اچھے ہوگئے ان کو اپنا دل دے دو۔

تو اللہ والا بننے کے لئے اپنے شیخ کی محبت کو اللہ سے مانگو کہ یا اللہ ہمارا شیخ ہمارا خلیل ہوجائے۔ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ المرء علیٰ دین خلیلہ اگر تمہارا شیخ سچا اللہ والا تمہارا خلیل ہوجائے گا اور تم اس کے خلیل ہوجاؤ گے تو سارا دین آسان ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ شیخ کے علوم، یہاں تک کہ شیخ کے ارشادات، یہاں تک کہ شیخ کا دردِ دل، شیخ کی طرزِ گفتگو یہاں تک کہ شیخ کا طرزِ رفتار، یہاں تک کہ شیخ کا طرزِ گفتار یعنی شیخ کے جینے کے سارے قرینے مُرید میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ لہٰذا اگر کسی شیخ کے ہزاروں مُرید ہیں تو جس مُرید میں شیخ کی محبت غالب ہوگی اس سے شیخ کا سارا علم مل جائے گا، شیخ کا سارا دردِدل مل جائے گا۔ اور اس کے پاس بیٹھنا شیخ کے پاس بیٹھنا ہوجائے گا۔ سرورِعالم صلی اللہ علیہ وسلم حضرت صدیق اکبر کے لئے فرماتے ہیں کہ میں نے سب کے احسانات کا بدلہ دے دیا لیکن صدیق کا ہم سے بدلہ ادا نہیں ہوسکا۔ اللہ ہی اس کا بدلہ ان کو دے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ شیخ پر اس طرح فدا ہونا چاہیے کہ اس کے دل پر تمہاری محبت و وفاداری کا نقش بیٹھ جائے۔

رازِ قلبِ شکستہ

۹ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۹ مارچ ۱۹۹۸ء، دوشنبہ صبح ساڑھے گیارہ بجے حجرۂ حضرت والا خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی۔

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ حُسن کو پیدا نہ فرماتے اور ہمارے اندر حسینوں کا عشق اور حسن کی طرف کشش اور میلان نہ رکھتے اور غضِ بصر کا حکم دے کر ہمارے دل کو توڑنے کا سامان نہ فرماتے تو ہماری عبادات مثبتہ

کے انوار قلب کی ظاہری سطح پر اوپر اوپر رہتے باطن قلب میں داخل نہ ہوتے۔ لیکن حکم دے دیا کہ نظر بچاؤ تاکہ میرے بندے شدید تقاضے اور شدید میلان کے باوجود حسینوں سے نظر بچا کر جب زخم حسرت کھائیں اور خون آرزو پئیں اور میرے راستہ کا غم اٹھائیں تو ان کو نظر بچانے کا ثواب الگ ملے اور میرے قانون یغضوا من ابصارھم کو نہ توڑنے کا، میرے حکم غض بصر کے احترام کا ثواب الگ ملے اور اس غم سے جب ان کا دل پارہ پارہ ہوجائے تو ان کی عبادات مثبتہ یعنی ذکر و تلاوت و تہجد و نوافل اور حج و عمرہ کے انوار قلب کی ظاہری سطح سے قلب کے اندر داخل ہوجائیں۔ حفاظت نظر کا حکم اللہ تعالیٰ کا کرم عظیم ہے کہ نظر بچانے کے غم سے ہمارا دل توڑ کر اپنی تجلیات قرب کو ہمارے قلب کے اندر داخل کرنا چاہتے ہیں ورنہ عبادات مثبتہ کے انوار قلب کے اوپر اوپر رہتے باطن ان انوار کے نفوذ سے محروم رہ جاتا جیسا کہ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

بر برون کہ چو زد نور صمد
پارہ شد تا در درونش ہم زند

طور پہاڑ کی ظاہری سطح پر جب تجلی صمدیت نازل ہوئی تو عام مفسرین نے فرمایا کہ طور اس تجلی کو برداشت نہ کرسکا اور ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا لیکن مولانا رومی فرماتے ہیں کہ ایک نکتہ اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو عطا فرمایا کہ طور اللہ کا عاشق تھا جب تجلی کو اپنی ظاہری سطح پر دیکھا تو ٹکڑے ٹکڑے ہوگیا تاکہ اللہ کی وہ تجلی میرے اندر آجائے گویا اس نے بزبان حال کہا کہ ؎

آجا میری آنکھوں میں سما جا میرے دل میں

مولانا رومی کے فیض سے اللہ تعالیٰ نے میرے دل پر یہ راز منکشف فرمایا کہ

حفاظت نظر کا حکم اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی رحمت ہے کہ نظر بچانے سے دل شکستہ ہوتا ہے اور جب دل شکستہ ہوتا ہے تو عبادات مثبتہ ذکر و تلاوت و نوافل وغیرہ کے انوار قلب کی ظاہری سطح سے باطن قلب میں داخل ہوجاتے ہیں اور پورا باطن تجلیات قرب الٰہیہ سے معمور ہوجاتا ہے لہٰذا عبادات مثبتہ جس قدر اہم ہیں کہ ان سے انوار پیدا ہوتے ہیں اس سے زیادہ نظر بچانے کی، حسینوں سے بچنے کا غم اُٹھانے کی عبادت منفیہ اہم ہے جس سے قلب شکستہ ہوتا ہے اوروہ انوار محفوظ ہوجاتے ہیں جیسے کسی کے پاس بہت سا مال ہے لیکن تجوری میں تالا لگا ہوا ہے تو وہ مال تجوری میں داخل نہیں کرسکتا۔ ہاں جب کوئی کنجی لگاکر تجوری کھول دے تو مال تجوری کے اندر محفوظ کردیتا ہے اس طرح نظر بچانے کا غم، گناہ سے بچنے کا غم اٹھانا وہ کنجی ہے جس سے دل کی تجوری کھل جاتی ہے اور انوار مثبتہ محفوظ ہوجاتے ہیں۔ ہر انسان کی فطرت ہے کہ اپنی کمائی کو محفوظ کرتا ہے، تجوری میں تالہ لگاتا ہے جس کے قلب میں حلاوت ایمانی کی دولت آگئی اب وہ آنکھوں کا تالہ مضبوط لگائے گا تاکہ حُسن کے چور آنکھوں کے راستہ سے کہیں میری دولت کو چُرا نہ لیں۔ جس گھر میں مال ہوتا ہے اس کے دروازہ میں تالہ مضبوط لگاتے ہیں اور جس گھر میں مال نہیں ہوتا وہ بے فکری سے اور لاپرواہی سے دروازہ کھلا چھوڑ کر سوتا ہے۔ پس جس قلب میں حلاوت ایمانی کی، نسبت مع اللہ کی عظیم دولت ہوتی ہے وہی آنکھوں پر حفاظت کا مضبوط تالا لگاتا ہے، نظر کی حفاظت کرتا ہے اور جس کو دیکھو کہ نگاہ کی حفاظت نہیں کرتا یہ دلیل ہے کہ اس کا قلب نسبت مع اللہ کی دولت سے خالی ہے۔

غض بصر کا حکم عین فطرت انسانی کے مطابق ہے

قبیل عشاء ۱۲ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱ مارچ ۱۹۹۸ء بروز بدھ در حجرۂ حضرت والا

ارشاد فرمایا کہ کوئی باغیرت انسان پسند نہیں کرتا کہ دوسرا اس کی ماں بیٹی کو دیکھے۔ اگر معلوم ہوجائے کہ میری ماں بہن کو کوئی بُری نظر سے دیکھ رہا ہے تو ہر غیرت مند انسان کا خون کھول جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں یغضوا من ابصارھم اے ایمان والو اپنی نگاہوں کی حفاظت کرو۔ تم جس کو دیکھوگے وہ کسی کی ماں، کسی کی بیٹی کسی کی بہن ہوگی۔ جس طرح تمہارا خون کھولتا ہے دوسرے کا خون بھی اسی طرح کھولے گا لہٰذا نظر بچانے کا قانون تو ہم نے تمہاری عین فطرت کے مطابق نازل کیا ہے۔ پس جو غض بصر کے حکم کو ظلم سمجھتا ہے وہ خود ظالم ہے۔

عطاء ولایت کی علامت

ارشاد فرمایا کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق ہوجانا مترادف عطاء ولایت کے ہے۔

بیٹیاں نعمت عظمیٰ ہیں

ارشاد فرمایا کہ جس کے گھر بیٹیاں پیدا ہوں وہ ہرگز دل چھوٹا نہ کرے بلکہ خوش ہوجائے اور ان کو نعمت سمجھے کیونکہ ان کی پرورش پر جنت کا

وعدہ ہے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کے تین لڑکیاں ہوئیں اس نے ان کی پرورش کی دین سکھایا تو اس کے لئے جنت واجب ہو گئی۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی نے دو بیٹیوں کی پرورش کی تو فرمایا اس کے لئے بھی جنت ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اگر کسی کے ایک ہی لڑکی ہے آپ نے اس کو بھی جنت کی بشارت دی۔ اگر یہ نعمت نہ ہوتیں تو ان پر جنت کا وعدہ نہ ہوتا۔ جنت نعمت پر ملتی ہے نہ کہ لعنت پر۔ وہ ظالم ہے جو بیٹیوں کو نعمت نہیں سمجھتا لہٰذا بیٹی پیدا ہونے کی خبر سُن کر جس کے چہرہ پر غم آجائے تو یہ علامت کافرانہ ہے۔ یعنی کافروں جیسا شعار ہے کیونکہ کافر بیٹیوں کی خبر سُن کر غمگین ہوجاتے تھے لہٰذا مسکراؤ اور شکر ادا کرو کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس عورت کے پیٹ سے پہلی مرتبہ بیٹی پیدا ہو وہ مبارک عورت ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بیٹیوں کو لعنت سمجھتے تھے کہ داماد ڈھونڈنا پڑے گا اس لئے زندہ دفن کردیتے تھے۔ کیا شقی القلب اور جانوروں سے بھی بدتر تھے۔ اسی کو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں وَ اِذَا الْمَوْءُ دَۃُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ جب زندہ دفن کی جانے والی سے پوچھا جائے گا کہ تجھے کس جرم میں قتل کیا گیا۔ ان ہی بیٹیوں سے تو اولیاء اللہ پیدا ہوتے ہیں۔ مولانا جلال الدین رومی خوارزم شاہ کی بیٹی سے پیدا ہوئے۔ شاہ خوارزم کا نام بیٹے سے نہیں روشن ہوا بیٹی کی برکت سے آج شاہ خوارزم کا نام لوگ جانتے ہیں بیٹی کے پیٹ سے اتنا بڑا ولی اللہ پیدا ہوا کہ سارے عالم میں غلغلہ مچ گیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جو دونوں عالم میں اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ پیارے ہیں ان کا نسب آپ کی بیٹی سے چلا۔ اگر نعوذ باللہ بیٹیاں مبارک نہ ہوتیں تو اللہ تعالیٰ اپنے پیارے نبی کا سلسلہ بیٹیوں سے نہ چلاتا لہٰذا

بیٹیوں کو ہرگز حقیر اور کم نہ سمجھو۔ بیٹیاں بیٹے (داماد) لاتی ہیں اور بیٹے بیٹیاں لاتے ہیں بعض وقت ایسا لائق داماد مل گیا جو بیٹوں سے بھی زیادہ خدمت گذار نکلا۔ البتہ بیٹے کے لئے دعا کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ اس نیت سے بیٹا مانگو کہ یا اللہ مجھے بیٹا عطا فرمادیجئے۔ میں اسے حافظ و عالم بناؤں گا تاکہ وہ دین کا کام کرے، ہمارے دینی اداروں کو چلائے اور ہمارے لئے صدقہ جاریہ ہو۔

غلامِ نفس کی ذلت وخرابی

ارشاد فرمایا کہ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا شعر ہے کہ ؎

عشق جس کا امام ہوتا ہے
اس کا اونچا مقام ہوتا ہے

لیکن یہ عشق اللہ کے عاشقوں سے ملتا ہے خشک زاہدوں سے نہیں ملے گا۔ اب میرا شعر سنئے کہ ؎

نفس جس کا امام ہوتا ہے
اس کا نیچا مقام ہوتا ہے

یعنی نفس کی خواہش کو جس نے امام بنایا وہ نیچا ہوگیا، ذلیل ہوگیا نفس کی خواہش پر عمل کرنے کی وجہ سے اور اس شعر کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ جو نفس کی خواہش کو امام بناتا ہے پھر وہ معشوقوں کا نیچا مقام تلاش کرتا ہے اور بول و براز کے مقامات میں پڑا ہوا نظر آتا ہے اور جو نیچا کام کرتا ہے اس کا نیچا مقام نہ ہوگا؟ وہ نیچا اور ذلیل نہ ہوگا؟ اس لئے اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ جس نے حسینوں کا فرسٹ فلور یعنی ان کا چہرہ اور آنکھیں اور کالے بال وغیرہ

دیکھنے کو حرام کردیا تاکہ فرسٹ فلور کے حُسن سے پاگل ہوکر ہم کہیں گراونڈ فلور کی گٹر لائنوں میں نہ گر پڑیں اور ہماری تقدس مآبی پیشاب اور پاخانے کے مقامات میں گر کر خرابی سے تبدیل نہ ہوجائے۔

دلیلِ توحید

۱۳ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۳ مارچ ۱۹۹۸ء جمعہ

ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کا آپس میں محبت سے رہنا اس میں دلیل توحید ہے۔ جن بچوں کا باپ ایک ہوتا ہے ان میں آپس میں محبت ہوتی ہے اور سوتیلوں میں لڑائی جھگڑا اور فساد رہتا ہے۔ مسلمانوں کا اللہ ایک ہے اس لئے ان میں آپس میں محبت ہونا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی دلیل ہے۔

التحیات کے متعلق علوم عجیبہ

بعد فجر حضرت والا حسب معمول چہل قدمی کے لئے سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے جاتے ہیں۔ سیر کے بعد خانقاہ میں اشراق پڑھنے کے بعد ارشاد فرمایا کہ قعدہ میں التحیات کے جواب میں السلام علیك ایھا النبی ہے۔ قولی عبادت کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے قولاً سلام فرمایا جو مفرد ہے اور والصلوٰۃ کے جواب میں ورحمۃ اللہ فرمایا اور یہ بھی مفرد ہے۔ قولی عبادت اور بدنی عبادت کا جواب مفرد نازل ہوا لیکن والطیبات (مالی عبادت) کے جواب میں وبرکاتہ جمع نازل فرمایا۔ معلوم ہوا کہ عشق کا اصل امتحان مالی عبادت ہے ورنہ آدمی کہتا ہے ٭

گر جاں طلبی مضائقہ نیست
ور زر طلبی سخن درین ست

کیونکہ مال خرچ کرنے میں بہت مجاہدہ اور دل گھٹتا ہے کہ اتنا روپیہ بیوی بچوں کی ضروریات پر خرچ کرتا یا اپنے اوپر ہی خرچ کرتا یا فلاں فلاں کام نکل جاتے وغیرہ وغیرہ کیونکہ مالی عبادت میں مجاہدہ زیادہ تھا اس لئے والطیبات کے جواب میں برکتہ مفرد نازل نہیں فرمایا برکاتہ جمع نازل فرمایا کہ اس کے بدلہ میں تمہارے مال پر ہم برکات نازل کردیں گے۔ فیضان رحمت الٰہیہ سے تمہارا مال اور بڑھ جائے گا۔

ارشاد فرمایا کہ نماز میں جو پڑھا جاتا ہے السلام علیک ایھاالنبی یہ براہ راست سلام نہیں ہے بلکہ یہ سلام فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچاتے ہیں۔ جیسے خط میں السلام علیکم رحمۃ اللہ و برکاتہ صیغہ حاضر لکھا جاتا ہے اگرچہ مخاطب وہاں موجود نہیں لیکن السلام علیکم سے خطاب کرنا شرع نے جائز قرار دیا کہ ڈاکیہ خط لے جائے گا۔

نسبت مع اللہ کے عظیم الشان آثار

ارشاد فرمایا کہ اہل اللہ کی مصاحبت اور ذکر اللہ کی مداومت اور گناہوں سے محافظت اور اسباب گناہ سے مباعدت اور سنت پر مواظبت کی برکت سے جب اللہ تعالیٰ اپنی تجلیات خاصہ سے جس قلب میں متجلی ہوتے ہیں تو ایسے شخص کی نگاہوں میں چاند و سورج کی روشنیاں پھیکی (لوڈ شیڈنگ) ہوجاتی ہیں۔ مجانین عالم کے جنون عشق کے تمام فنون بے قدر ہوجاتے ہیں اور لیلائے کائنات کے نمکیات ہیچ ہوجاتے ہیں اور ان کے اسفل کے بول

ویرانوں کے مراکز کی حقیقت سے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ سلاطین عالم کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور پاپڑ سموسے اور کباب بریانیوں کے ذائقے اس منعم حقیقی کی لذت قرب کے سامنے بے قدر ہوجاتے ہیں۔

عشق مجاز کا سگنل

ارشاد فرمایا کہ اگر آغوشِ محبت میں کوئی حسین کسی کو مست کررہا ہو اور اچانک اسے دست آجائے تو اس کے عشق کا سگنل ڈاؤن ہوجاتا ہے ؎

نفس جس کا امام ہوتا ہے
اس کا نیچا مقام ہوتا ہے

ماضی کے گناہوں پر استغفار تقویٰ کا جز ہے

۱۶ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۶ مارچ ۱۹۹۸ء دوشنبہ بعد مغرب
بوقت سات بج کر چالیس منٹ مسجد اشرف گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ ماضی کے گناہوں سے توبہ کرنا بھی تقویٰ کا ایک جز ہے چونکہ اپنی دوستی کی بنیاد اللہ تعالیٰ نے تقویٰ پر رکھی ہے اور دوستی جب ہی ہوسکتی ہے کہ اپنے دوست کے حقوق میں ماضی میں جو نالائقیاں کی ہیں ان کی بھی تلافی کرے۔ آپ خود بتائیے کہ اگر آپ دنیا میں کسی سے دوستی کرنا چاہتے ہیں اور ماضی میں آپ نے اس کی نافرمانیاں کی ہیں تو اگر آپ اس سے خالی یہ کہیں کہ آئندہ میں آپ کی نافرمانی نہیں کروں گا اور ماضی پر ندامت کا اظہار نہ کریں تو کیا وہ آپ کو دوست بنالے گا جب تک آپ یہ نہ کہیں گے کہ پہلے جو میں نالائقیاں کرچکا ہوں ان سے میں ندامت کے ساتھ معافی چاہتا

ہوں اس وقت تک وہ آپ کو دوستوں کی فہرست میں شامل نہیں کرے گا لہٰذا ماضی میں جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کی ہیں ان پر نادم ہونا بھی جُز تقویٰ ہے اور عہد ماضی کی نالائقیوں کی تلافی توبہ استغفار اور چشم اشکبار ہے لہٰذا جو اپنے ماضی کو روشن کرلے توبہ و استغفار سے، حال کو روشن کرلے اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اجتناب عن المعاصی سے اور مستقبل کو روشن کرلے عزم علی التقویٰ سے یہ بھی متقی اور اللہ تعالیٰ کا ولی ہے۔

اللہ کے اللہ ہونے کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ ندامت کے ان آنسوؤں کی قدر جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی اللہ کے علاوہ کون ایسی قدر کرسکتا ہے کہ ان کو یہ قیمت عطا فرمائی کہ جہاں جہاں یہ آنسو لگ جائیں گے جہنم کی آگ وہاں حرام ہوجائے گی اور اللہ تعالیٰ ان آنسوؤں کو شہیدوں کے خون کے برابر وزن کرتا ہے۔

کہ برابر می کند شاہ مجید
اشک را در وزن با خون شہید

اللہ تعالیٰ مولانا رومی کی قبر کو نور سے بھردے فرماتے ہیں کہ ندامت کے آنسو شہید کے خون کے برابر کیوں ہیں؟ کیونکہ ندامت کے یہ آنسو پانی نہیں ہیں یہ جگر کا خون ہے جو اللہ کے خوف سے پانی ہوگیا ہے اور حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ لانین المذنبین احب الی من زجل المسبحین (روح المعانی پ ۳۰) اللہ کے نادم اشکبار گنہگار بندے جب آنسو بہاتے ہیں اور گڑگڑا کر معافی مانگتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ساری کائنات کے سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے والے ملائکہ کے سبحان اللہ سے اور اولیاء اللہ اور ابدال اور

اقطاب اور غوث کے سبحان اللہ سے مجھے اپنے گنہگار بندوں کے یہ آنسو، ان کا یہ رونا اور گڑگڑانا اور آہ و نالہ کرنا زیادہ محبوب ہے۔ یہی دلیل ہے کہ اللہ اللہ ہے جو مخلوق کی تعریف و حمد و ثنا سے بے نیاز ہے۔ اگر دنیا کے کسی بادشاہ کو استقبالیہ دیا جارہا ہو اور اس کی تعریفیں بیان ہورہی ہوں تو اس وقت وہ پسند نہیں کرتا کہ کوئی غریب مصیبت زدہ وہاں رونا شروع کردے۔ کہے گا کہ اس کو یہاں سے نکالو یہ رونے کا موقع نہیں ہے اس وقت میری عظمتیں بیان ہورہی ہیں۔ اس سے کہدو کہ اس وقت میرے رنگ میں بھنگ نہ ڈالے لیکن اللہ تعالیٰ مخلوق کی تعریف سے بے نیاز ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظمتیں مخلوق کے ہاتھ میں نہیں ہیں۔ اگر سارا عالم ولی اللہ ہوجائے ایک کافر بھی نہ رہے اور ساری دنیا کے کافر بادشاہ ایمان لاکر ولی اللہ ہوجائیں اور راتوں کو ہمیشہ سجدہ میں گر کر سبحان ربی الاعلیٰ کہتے رہیں تو اللہ تعالیٰ کی عظمتوں میں ایک ذرہ اضافہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ اضافہ ہونے سے لازم آتا کہ قبل تعریف مخلوق نعوذ باللہ عظمت میں اتنی کمی تھی جو مخلوق کی حمد و ثنا سے پوری ہوئی پس اللہ تعالیٰ کی عظمت میں ایک ذرہ کمی ہونا محال ہے لہٰذا اللہ کی ذات مخلوق کی تعریف سے بے نیاز ہے اور اگر سارا عالم کافر ہوجائے ایک بھی مسلمان نہ رہے اور سارے کفار اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے خلاف بکواس کررہے ہوں تو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو ایک ذرہ نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی ایک ادنیٰ مخلوق سورج ہے جو زمین سے ساڑھے نو کروڑ میل پر ہے۔ کوئی اس سورج کی طرف مُنہ کرکے تھوک کر دیکھے اگر تھوکنے والے کے مُنہ پر تھوک نہ پڑے تو کہنا۔ ایک ادنیٰ سی مخلوق کا یہ حال ہے کہ کوئی اس کو نقصان نہیں پہنچا سکتا تو اللہ تعالیٰ کی عظمت شان تو غیر محدود ہے، احاطہ سے باہر ہے اس کو بھلا

کون ایک ذرہ نقصان پہنچا سکتا ہے۔

بندوں کو جلد معاف فرمانے کا راز

ارشاد فرمایا کہ استغفار و توبہ آہ وزاری اشکباری اتنی بڑی نعمت ہے کہ زمین و آسمان نے کسی ایسے بندے کو نہیں دیکھا جس نے اشکبار آنکھوں سے معافی مانگی ہو اور خدا نے اس کو معاف نہ کیا ہو۔ وہ خود ہمیں معاف کرنا چاہتے ہیں اس لئے حکم دے رہے ہیں استغفروا ربکم اپنے رب سے معافی مانگو انه کان غفارا وہ بہت بخشنے والا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم جو دوسروں کو معاف کرنے میں دیر کرتے ہیں تو اس کی وجہ یہ ہے کہ دوسروں کی خطاؤں سے ہمیں نقصان پہنچتا ہے۔ کسی نے ہماری گھڑی توڑ دی، گلاس توڑ دیا، مال چرالیا، تو ہمارا نقصان ہوا لیکن ہمارے گناہوں سے اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اس لئے وہ ہمیں جلد معاف کردیتے ہیں۔ یہ ہے راز بندوں کو جلد معاف کردینے کا۔ گناہوں سے ہمیں کو نقصان پہنچتا ہے، ہمارے ہی اخلاق خراب ہوتے ہیں ہمارا ہی دل بے چین ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کو ایک ذرہ نقصان نہیں پہنچتا اسی لئے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا مانگی یا من لا تضرہ الذنوب اے وہ ذات جس کو ہمارے گناہوں سے کوئی نقصان نہیں پہنچتا و لا تنقصه المغفرة اور معاف کردینے سے جس کے خزانہ مغفرت میں کوئی کمی نہیں آتی فاغفرلی ما لا یضرك پس میرے ان گناہوں کو معاف فرمادیجئے جو آپ کے لئے کچھ مضر نہیں و هب لی ما ینقصك اور مجھے وہ مغفرت عطا فرمادیجئے جس کی آپ کے خزانے میں کوئی کمی نہیں۔

کرم بالائے کرم

ارشاد فرمایا کہ جس طرح جملہ اعضائے بدن اللہ تعالیٰ کی امانت ہیں دل بھی اللہ کی امانت ہے اور جس طرح تمام اعضاء کو تکلیف پہنچانا حرام ہے اسی طرح بدنظری کرکے حسینوں کو دیکھ دیکھ کر دل کو دکھانا، تڑپانا، جلانا، ستانا، اور پریشان کرنا بھی حرام ہے کیونکہ حسینوں کے دیکھنے سے ان کا حُسن اپنی طرف کش کرتا ہے اور خوف خدا مکش کرتا ہے اس کشمکش سے دل کی صحت خراب ہوجاتی ہے، انجاتنا ہوجاتا ہے اور صحت کو نقصان پہنچانا جائز نہیں ہے۔ حفاظت نظر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے ہمارے دل کو اس تکلیف اور پریشانی اور بے چینی سے بچالیا جو بدنظری سے ہوتی اور سکون و چین عطا فرمایا اور یہی انعام کافی تھا لیکن ان کے کرم نے نظر کی حفاظت پر ایک انعام مستزاد حلاوت ایمانی کا عطا فرمایا۔ من ترکھا مخافتی یجد حلاوتہ فی قلبہ جس کی لذت کے سامنے سلطنت ہفت اقلیم کی لذت بھی ہیچ ہے نظر بچانے پر سکون و چین کا انعام اور اس پر حلاوت ایمانی کا مستزاد انعام کرم بالائے کرم ہے کہ حلاوت ایمانی کی صورت میں اللہ کی تجلی دل میں آگئی جس کی لذت کے ذائقہ کے آگے سورج اور چاند کی روشنی پھیکی ہوجاتی ہے، لیلائے کائنات کے نمکیات جھڑتے ہوئے نظر آتے ہیں، مجانین عالم کی عشقبازیوں کے ہنگامے بے قدر ہوجاتے ہیں اور سلاطین عالم کے تخت و تاج نیلام ہوتے ہوئے نظر آتے ہیں اور بریانی و کباب کی لذت اس منعم حقیقی کی لذت قرب کے سامنے ہیچ ہوجاتی ہے اور مزید برآں یہ کہ یہ نعمت اتنی بڑی ہے کہ جس پر حُسن خاتمہ موعود ہے۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں و قد ورد ان حلاوۃ الایمان اذا دخلت

قلباً لا تخرج منه ابداً و فیه اشارۃ الیٰ بشارۃ حسن الخاتمۃ ۔

برباد محبت کو نہ برباد کریں گے

ارشاد فرمایا کہ ایک دن موت آنی ہے اور مرنے کے بعد گناہ چھوٹیں گے یا نہیں ؟ مرنے کے بعد گناہ چھوٹتے ہیں چھوڑے نہیں جاتے۔ گناہ چھوڑنے پر اجر ہے، مرنے کے بعد گناہ چھوٹنے پر کوئی اجر نہیں ۔ اگر زندگی میں جیتے جی گناہ چھوڑ دو تو ولی اللہ ہوجاؤ اور مرنے کے بعد گناہ چھوڑنا تو کافر کا نصیبہ ہے ۔ اولیاء اللہ کا نصیبہ یہ ہے کہ جیتے جی وہ اللہ پر فدا ہوتے رہتے ہیں، ہر لمحہ حیات مالک پر فدا کرتے رہتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے زندگی میں ہم سب کو گناہ چھوڑنے کا ایک موقع عطا فرمایا ہے، یہ موقع جنت میں بھی نہیں پاؤ گے ۔ جنت میں حسینوں سے نگاہ بچاکر حلاوت ایمانی نہیں عطا ہوگی کیونکہ جنت دارالجزا ء ہے وہاں عمل نہیں ہے ۔ عمل کا موقع دنیا ہی میں ہے ، اللہ پر فدا ہونے کا بہترین موقع یہیں ہے ۔

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت
سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

یہ دشمنوں کا نصیب نہیں یہ ہم مسلمانوں کا ، اولیاء اللہ کا نصیبہ ہے کہ ہم نظر بچاکر غم اٹھالیں اور اللہ کے حکم کی تلوار سے شہید ہوجائیں ۔ واللہ میں قسم کھاکر کہتا ہوں ، جن کو مجھ سے محبت ہے وہ میری قسم پر اعتماد کریں کہ جو اللہ کے لئے غم اٹھائے گا اللہ ارحم الراحمین ہے وہ اس کے غمزدہ دل کا ضرور پیار لے گا اور اللہ کا پیار ایسا ہوگا جو بے مثل ہوگا ، بے مثل ہوگا ، بے مثل ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ ۔ اللہ کی رحمت ، اللہ کی محبت اللہ کے کرم اور اللہ کے پیار میں جو

مزہ ہے اس کے مقابلہ میں دونوں جہان میں کوئی مزہ نہیں سوائے دیدار الٰہی کے جو جنت میں نصیب ہوگا۔ ایسے دل کو اللہ تعالیٰ پیار کرلیتا ہے جو ان کے لئے غم اٹھاتا ہے۔ کوئی بیٹا اگر اپنے باپ کی محبت میں لہو لہان ہوجائے تو کیا باپ اس بیٹے کو گود میں اُٹھا کر پیار نہیں لے گا؟ جو بندہ اللہ کی محبت میں اپنے دل کو لہو لہان کرلے گا، اللہ کو راضی کرنے کے لئے اس کے دل کا مشرق و مغرب شمال و جنوب خون تمنا سے سُرخ ہوجائے گا کیا اللہ ایسے دل کو پیار نہیں کرے گا؟ ابا کا پیار مخلوق ہوکر کہیں ربا کے پیار سے زیادہ ہوسکتا ہے۔ ارے ابا اس پیار اور اس کرم کو کیا جانے جو ربا کو اپنے بندوں سے ہے۔ جو بندہ اللہ کی محبت میں اپنی حرام خوشیوں کا خون کرکے اپنے دل کو برباد کرے گا کیا اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین اس کو مزید برباد کریں گے؟ اس کے دل غمزدہ زخم خوردہ اور حسرت زدہ کو اللہ تعالیٰ ایسی بے مثل خوشیوں سے آباد کریں گے کہ اہل عیش و عشرت ان کا خواب بھی نہیں دیکھ سکتے۔ اسی کو حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

برباد محبت کو نہ برباد کریں گے
میرے دل ناشاد کو وہ شاد کریں گے

حلال نعمت میں اشتغال کے حدود

ارشاد فرمایا کہ اس زمانہ میں حرام سے بچو، حلال نعمت مستثنیٰ ہے مگر حلال نعمت سے بھی اتنا دل لگانا کہ جس سے نعمت دینے والے کے حق میں کمی آجائے جائز نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں

کان یحدثنا و کنا نحدثه حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے گفتگو کرتے تھے اور ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے گفتگو کرتے تھے اذا سَمِعَ الاذان کانه لم یعرفنا و لم نعرفه جہاں اذان کی آواز آئی تو جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں پہچانتے بھی نہیں تھے۔ یہ ہے حلال نعمت کی مُنّت کہ حلال نعمت سے بھی اتنا دل نہ لگاؤ کہ نعمت دینے والے کی عبادت میں خلل پیدا ہوجائے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بھی ایسا قوی ایمان عطا ہوا کہ فرماتی ہیں و لم نعرفه ہمیں بھی ایسا لگتا تھا کہ اللہ کی عظمت کے سامنے گویا ہم بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پہچانتے تھے۔

حدیث کلمینی یا حمیرا کی عجیب تشریح

ارشاد فرمایا کہ تہجد کی نماز میں ایک ایک رکعت میں پانچ پانچ پارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت فرماتے تھے کہ آپ کے قدم مبارک سوج جاتے تھے اس کے بعد فجر کی اذان سے کچھ پہلے آپ حضرت عائشہ صدیقہ سے گفتگو فرماتے تھے کلمینی یا حمیرا اے عائشہ مجھ سے کچھ باتیں کرو۔ یہ گفتگو کس لئے تھی؟ آہ! اللہ والوں نے اس راز کو سمجھا۔ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ گفتگو عام گفتگو نہیں تھی جو عام میاں بیوی کرتے ہیں بلکہ تہجد کی نماز میں ایک ایک رکعت میں کئی کئی پارے تلاوت کرنے کی وجہ سے آپ کی روح مبارک عرش اعظم کا طواف کرتی تھی لہٰذا فجر کی نماز کی امامت کے لئے روح مبارک کو عرش اعظم سے مدینہ شریف کی زمین پر لانے کے لئے آپ گفتگو فرماتے تھے تاکہ آپ کی روح

مبارک آہستہ آہستہ مسجد نبوی میں امامت کے قابل ہوجائے۔ یہ تھا اس گفتگو کا راز۔

سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے مخصوص اوقات قرب

لہٰذا ایک مرتبہ تہجد میں کئی کئی پارے تلاوت کرنے کے بعد جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک حق تعالیٰ کے قرب عظیم سے مشرف تھی اس حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ پہنچ گئیں اور عرض کیا یا رسول اللہ فرمایا من انت ؟ تم کون ہو ؟ عرض کیا انا عائشہ میں عائشہ ہوں فرمایا من عائشہ عائشہ کون؟ عرض کیا بنت ابی بکر ابوبکر کی بیٹی فرمایا من ابوبکر کون ابوبکر؟ عرض کیا ابن ابی قحافہ میرے دادا ابوقحافہ کے بیٹے فرمایا من ابوقحافہ ابوقحافہ کون ہے میں نہیں جانتا۔ حضرت عائشہ صدیقہ خوفزدہ ہوکر واپس ہوگئیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقام عروج سے جب آپ کی روح مبارک کو اُمت کی خدمت کے لئے نزول بخشا تاکہ زمین والوں کو پیغام نبوت پہنچایا جائے تو حضرت عائشہ صدیقہ نے سب واقعہ سنایا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ لی مع اللہ وقت میرے اور میرے اللہ کے درمیان کچھ خاص اوقات ہوتے ہیں جہاں کوئی فرشتہ بھی پَر نہیں مارسکتا۔ میں اس وقت اللہ کے قرب کے اس مقام پر تھا جہاں جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں جاسکتے۔ اس مقام قرب کو اللہ کے ایک ولی نے اس طرح تعبیر کیا ہے ؎

نمود جلوۂ بے رنگ سے ہوش اس قدر گم ہیں
کہ پہچانی ہوئی صورت بھی پہچانی نہیں جاتی

یہ حدیث بالکل صحیح ہے۔ محدث عظیم ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں اس کی توثیق کی ہے۔

(احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ حضرت مرشدی عارف باللہ مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم فداہ ابی و امی نے اس واقعہ کو معارف مثنوی کے آخر میں اپنی فارسی مثنوی میں نظم فرمایا ہے جس کا ایک ایک شعر الہامی ہے۔ قارئین کی نشاط طبع کے لئے ان میں سے صرف چار شعر مع ترجمہ پیش کرتا ہوں"

مصطفیٰ فرمود بشنو عائشہ

روح ما زفلاک باشد فائقہ

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے عائشہ سنو! اس وقت میری روح ہفت افلاک سے آگے غایت قرب خداوندی سے مشرف تھی۔

آں تجلی آں زماں حق می نمود

اندریں تن شمہ ہوشے نبود

اس وقت میری روح ایسی قوی تجلی کا مشاہدہ کررہی تھی کہ میرے عناصر بدن ہوش و حواس کو قابو میں نہ رکھ سکے۔

دید جانم آں تجلی آں زماں

جبرئیلے را تحمل نیست زاں

میری روح وہ تجلیات خداوندی دیکھ رہی تھی کہ جس کا تحمل جبرئیل علیہ السلام بھی نہیں کرسکتے۔

جان ما چو لذت حق را چشید

عقل مادر عائشہ شد نا رسید

میری روح اس وقت تجلیات قرب کی ایسی لذت چکھ رہی تھی کہ میرے عقل و ہوش عائشہ کو پہچاننے سے قاصر ہو گئے)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقامات قرب کا کیا کہنا ہے کہ آپ تو سید الانبیاء ہیں اس اُمت کے غلاموں میں یہ شان ہے کہ میرے مرشد شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کئی کئی گھنٹے عبادت کرتے تھے۔ ایک بار میرے پیر بھائی ماسٹر عین الحق صاحب حضرت والا کی خدمت میں ایک ضروری کاغذ پر دستخط کرانے کے لئے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اس کاغذ پر دستخط کر دیجئے۔ حضرت رات کے تین بجے کے اٹھے ہوئے، تہجد کی بارہ رکعات اور سجدہ میں دیر تک رونا پھر بارہ تسبیحات پھر فجر کی نماز کے بعد تلاوت، مناجات مقبول قصیدہ بردہ شریف اور اللہ کے نام میں مست۔ میرے شیخ کی عبادت عاشقانہ عبادت تھی زاہدانہ عبادت نہیں تھی۔ آہ وفغاں کے ساتھ عبادت کرتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جیسے کئی وقت کا بھوکا کباب بریانی کھا رہا ہے۔ اور ہر دس بیس آیت کے بعد اللہ کا نعرہ اس زور سے مارتے تھے کہ مسجد ہل جاتی تھی۔ حضرت نے آنکھ بند کر کے بہت سوچا کہ میرا کیا نام ہے۔ جب یاد نہیں آیا تو ان ہی سے پوچھا کہ میرا کیا نام ہے؟ پوربی زبان کا یہ شعر حضرت کی اس حالت کا ترجمان تھا ؎

لیس من مور لبد گئے توں ہیں
سمرن نام بسر گئے موں ہیں

اے خدا میرا دل آپ سے ایسا چپک گیا کہ اے میرے محبوب مجھے اپنا نام بھی یاد نہیں آرہا ہے۔ اپنا ہی نام پوچھنے پر ماسٹر عین الحق صاحب کو ہنسی آگئی۔ حضرت نے ڈانٹ کر فرمایا کہ بتاتے کیوں نہیں ہو۔ تب انہوں نے کہا کہ

حضرت آپ کا نام عبدالغنی ہے حضرت نے دستخط کئے اور یہ ڈر کے مارے وہاں سے بھاگ گئے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم ہے کہ اختر کو سترہ سال تک ایسے شیخ کی صحبت و خدمت عطا فرمائی جس کو بارہ مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی اور ایک مرتبہ ایسی زیارت نصیب ہوئی کہ مجھ سے فرمایا کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک آنکھوں کے لال لال ڈورے بھی خواب میں دیکھے اور خواب ہی میں پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کیا عبدالغنی نے آپ کو خوب دیکھ لیا۔ ارشاد ہوا کہ ہاں عبدالغنی تم نے اپنے اللہ کے رسول کو آج خوب دیکھ لیا۔ حضرت کو دیکھنے ہی سے لگتا تھا کہ یہ شخص اپنے وقت کا شمس الدین تبریزی ہے ؎

یاد ایامے کہ در مے خانہ منزل داشتم
جام مے در دست و جاناں در مقابل داشتم

وہ دن یاد آتے ہیں کہ شیخ کے اس مے خانہ محبت میں اختر بھی مقیم تھا۔ اللہ کی محبت کا پیالہ ہاتھ میں اور میرا شیخ میرے سامنے ہوتا تھا۔

گناہ سے نفس کو مزہ اور روح کو تکلیف ہوتی ہے

ارشاد فرمایا کہ اگر کوئی کہے کہ بدنظری کرنے میں، حسینوں کو دیکھنے میں ہمیں تو مزہ آتا ہے یہ ظالم جھوٹ بولتا ہے۔ اس کے نفس دشمن کو مزہ آتا ہے روح کو اس وقت بھی تکلیف ہوتی ہے۔ نفس کو مزہ آتا ہے روح معذب ہوتی ہے، دل تڑپتا ہے۔ جس وقت وہ بدنظری کررہا ہے اگر اس کی نبض کسی

ڈاکٹر کو دکھاؤ اور نبض کی رفتار معمول کی رفتار سے تیز نہ ہوجائے تو کہنا کہ میں کیا کہہ رہا تھا۔ دل کی رفتار بڑھ جاتی ہے، کشمکش اور پریشانی بڑھ جاتی ہے بعضوں کا ہارٹ فیل ہوگیا، دل کے امراض بڑھنے کی ایک وجہ اس زمانہ میں عریانی اور بے پردگی بھی ہے۔ بتائیے کسی مکان میں ہلکا سا زلزلہ آئے تو اس مکان کی دیواریں کمزور ہوجائیں گی یا نہیں، بنیاد ہل جائے گی یا نہیں۔ کثرت عریانی و بے پردگی میں نظر کی حفاظت نہ کرنے سے دل پر ایک ہلکا سا زلزلہ آتا ہے جس کی وجہ سے دل کے تار تار ڈھیلے ہوجاتے ہیں جس سے دل کو نقصان پہنچتا ہے اور اگر اچانک نظر پڑجائے تو فوراً ہٹالو لیکن یہ اچانک نظر جو معاف ہے اس سے بھی دل کو جو جھٹکا لگے گا اور جو نقصان پہنچے گا اس پر اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ حلاوت ایمانی کے سرکاری مٹیریل سے اس کی تعمیر کریں گے ۔

ترے ہاتھ سے زیر تعمیر ہوں میں
مبارک مجھے میری ویرانیاں ہیں

حسرتِ حسنِ نامعلوم اور غمِ حسنِ معلوم

۱۱ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۰ مارچ ۱۹۹۸ء منگل خانقاہ امدادیہ
اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی بعد نماز فجر سیر کے بعد حجرۂ خانقاہ میں

ارشاد فرمایا کہ حسینوں سے نظر بچانے سے غم تو ہوتا ہے لیکن وہ غم نامعلوم غم ہوگا کیونکہ اس نے دیکھا نہیں تو اس کو معلوم ہی نہیں کہ حُسن کیسا تھا، اس کی آنکھیں کیسی تھیں، ناک کیسی تھی، نوک پلک کیسے تھے تو نہ دیکھنے سے ایک ہلکی سی حسرت آئے گی اور وہ حسرتِ حُسنِ نامعلوم ہوگی جو بہت معمولی سا غم ہوگا اور اگر نظر ڈال دی تو غمِ حُسنِ معلوم ہوگا۔ یہ اس

حسرتِ حُسنِ نامعلوم سے اشد ہوگا ۔ حسرتِ حُسنِ نامعلوم ہلکا غم ہے کیونکہ جب دیکھا ہی نہیں تو ہم کو معلوم ہی نہیں کہ کیسی شکل تھی ۔ یہ معمولی سا غم تھوڑی دیر میں زائل ہوجائے گا اور اگر دیکھ لیا تو علم ہوگیا کہ یہ تو بہت حسین ہے لہٰذا دیکھنے سے جو غم ہوگا وہ غمِ حُسنِ معلوم ہوگا جو حسرتِ حُسنِ نامعلوم سے زیادہ قوی زیادہ مضطر اور زیادہ بے چین کرنے والا ہوگا جس سے دل مصیبت میں پڑ جائے گا ۔ لہٰذا کیا یہ اللہ تعالیٰ کا احسان نہیں ہے کہ غضِ بصر کا حکم دے کر اللہ تعالیٰ نے حسرتِ حُسنِ نامعلوم دیا اور شدتِ غمِ حُسنِ معلوم سے بچالیا، ہلکا سا غم دیا اور بڑے غم سے بچا لیا ۔ یہ بتایئے کہ ایک طرف ایک مچھر آپ کو کاٹنے آرہا ہے اور دوسری طرف سے حسین سانپ کاٹنے آرہا ہے تو کس کا کاٹنا آپ پسند کریں گے ۔ ظاہر ہے کہ مچھر کا ۔ لہٰذا حسینوں کو دیکھنا یہ سانپ سے ڈسوانا ہے اور نظر بچانے کی حسرت یہ مچھر کا کاٹنا ہے ۔

اس کے علاوہ حسینوں سے نظر بچانے کی حسرت حسن نامعلوم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے ،قلب کو حلاوت ایمانی عطا ہوتی ہے، دل کو اللہ تعالیٰ کے پیار کی لذت غیر محدود کا ادراک ہوتا ہے اور حسینوں کو دیکھنے کے غم حسن معلوم پر اللہ کی لعنت برستی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لعن اللّٰہ الناظر والمنظور الیہ دونوں غموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ دونوں کا عالم الگ الگ ہے ۔ ایک عالم رحمت میں ہے ایک عالم لعنت میں ہے گویا ایک جنت میں ہے ایک دوزخ میں ہے ۔

گناہ سے بچنے کا ایک آسان اور لذیذ طریقہ

ارشاد فرمایا کہ گناہ سے بچنے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ اللہ والوں کے پاس خصوصاً اپنے شیخ کے پاس بیٹھے رہو، اس کے پاس رہ پڑو۔ مولانا رومی فرماتے ہیں ؎

ہیں برادر کشتی بابا نشیں

اے بھائیو! کسی اللہ والے کی کشتی میں سوار ہوجاؤ۔ اس کی کشتی میں آپ کو چلنا نہیں پڑے گا۔ کشتی چل رہی ہے آپ کا راستہ بغیر چلے طے ہوجائے گا۔ بغیر چلے آپ منزل پر پہنچ جائیں گے۔ جو سالک اپنے شیخ سے چپکے رہتے ہیں گناہ سے محفوظ رہتے ہیں کیونکہ وہاں اسباب گناہ نہیں، اس لئے شیخ کی صحبت میں آسانی سے اللہ تک پہنچ جاتے ہیں کیونکہ ولایت موقوف ہے گناہ نہ کرنے پر اور شیخ کی صحبت میں گناہوں سے حفاظت رہتی ہے لہٰذا آدمی جلد اللہ والا ہوجاتا ہے۔ اور شیخ کی مجلس میں مزہ بھی اتنا آتا ہے، اللہ کا قرب ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گناہ چھوڑنا آسان ہی نہیں لذیذ ہوجاتا ہے۔

ہر چیز کا آغاز مستقبل کا غماز

ارشاد فرمایا کہ نیم کا پودا ابھی چھوٹا سا ہے لیکن اس کے پتہ میں نیم کی کڑواہٹ ہوگی، املی کا پودا ابھی چھوٹا سا ہے، درخت نہیں بنا لیکن اس کا پتہ توڑ کر چکھئے تو املی کا کچھ ذائقہ اس میں ہوگا۔ معلوم ہوا کہ ہر چیز کا آغاز اپنے مستقبل کا غماز ہوتا ہے۔ چونکہ عشق مجازی کا انجام پیشاب پاخانہ کے گندے

مقامات ہیں اس کی ابتداء بدنظری ہے لہٰذا ابتداء نظر ہی سے قلب میں غلاظت اور گندگی لگ جاتی ہے کیونکہ مجاز کا ابتدائیہ اس کے انتہائیہ کا اثر رکھتا ہے۔ لہٰذا اس کی ابتداء ہی میں قلب میں غلاظت اور گندگی اضطراب اور بے چینی کا احساس ہونے لگتا ہے۔ میرا شعر ہے ؎

عشق بتاں کی منزلیں ختم ہیں سب گناہ پر
جس کی ہو انتہا غلط کیسے صحیح ہو ابتداء

اس کے برعکس بیس سال پہلے کی تلاوت کا نور ذکر اللہ کا نور آج بھی باقی ہے اور ہمیشہ باقی رہے گا۔ نام لیتے ہی دل میں جو سکون، جو نور جو اطمینان پیدا ہوا وہ روح میں ہمیشہ باقی رہتا ہے۔

لذت محدود کا وقایہ

ارشاد فرمایا کہ رات میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہ مضمون عطا فرمایا کہ نفس کو حلال نعمتوں میں اور نام مولیٰ کی لذت غیر محدود میں اتنا مشغول رکھو کہ لیلیٰ کی لذت محدود کی طرف اس کو توجہ نہ ہو۔ جب نفس مولیٰ کی لذت غیر محدود پاجائے گا تو لیلیٰ کی لذت محدود اس کی نگاہوں میں خود بے قدر اور ہیچ ہوجائے گی۔

ولایت تابع نبوت ہے

رات ایک صاحب جن کا تعلق اب حضرت والا سے ہوگیا وہ اپنے ساتھ اپنے سابقہ پیر کو لائے جو راہ سُنّت سے دُور یعنی جعلی پیر ہیں ان کے سامنے

دورانِ گفتگو ارشاد فرمایا کہ ولایت تابع نبوت ہے، تابع سُنّت ہے لہٰذا جس کو دیکھو کہ نبی کے طریقہ کے خلاف چل رہا ہے اگر ہوا میں اُڑ رہا ہے تو وہ ولی نہیں شیطان ہے۔ شریعت و سُنّت ڈھانچہ ہے، اسٹرکچر ہے۔ طریقت رنگ و روغن اور ڈسٹمپر ہے۔ شریعت سونا ہے طریقت سہاگہ ہے لہٰذا جب ڈھانچہ اور عمارت ہی نہیں تو فنشنگ اور رنگ و روغن کس پر لگاؤگے، سونا ہی نہیں تو سہاگہ کس کام کا۔ لہٰذا شریعت اور طریقت میں کوئی فرق نہیں۔ شریعت اور طریقت ایک ہی چیز ہے جو کہے کہ شریعت اور ہے طریقت اور ہے وہ ہرگز ولی اللہ نہیں ہوسکتا بلکہ شیطان و ملحد و زندیق ہے۔ اعمال شریعت کو محبت کے ساتھ ادا کرنا اس کا نام طریقت و تصوف ہے لیکن عشق کو بھی دائرہ سنت کا پابند ہونا ضروری ہے۔ جو عشق دائرہ سنت کا پابند ہے مقبول ہے اور جو دائرہ سنت سے خارج ہوگیا وہ عشق بھی مردود ہے چاہے لاکھ مخلص ہو۔ مثلاً ایک شخص کمرہ بند کرکے مخلوق سے چھپ کر نہایت اخلاص کے ساتھ اللہ کی رضا کے لئے نماز عصر کے بعد نفل پڑھ رہا ہے۔ یہ مخلص تو ہے مقبول نہیں کیونکہ اس کا اخلاص دائرہ سنت سے خارج ہوگیا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عصر کے بعد نوافل پڑھنے کو منع فرمایا ہے لہٰذا اس کا اخلاص اور عشق مردود ہے، غیر مقبول ہے۔ معلوم ہوا کہ دائرہ سنت میں رہنا اخلاص سے بھی اونچا مقام ہے۔

شہادت کا راز

۱۹ ذوالقعدہ ۱۴۱۸؁ھ مطابق ۱۹ مارچ ۱۹۹۸؁ء بروز
جمعرات خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں وَلَوْ اَنَّ مَا فِي الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ اگر ساری دنیا کے درخت قلم بن جاتے اور ساری دنیا کے سمندر اور اس سمندر جیسے سات اور سمندر روشنائی بن جاتے تو میری عظمت اور میری صفات کو لکھنے کے لئے ناکافی ہوجاتے لہذا جب سارے عالم کے قلم اور سات سمندروں کی روشنائی اللہ تعالیٰ کی عظمتوں کے لکھنے کے لئے ناکافی ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے ایک طبقہ شہداء کا پیدا فرمایا جس کے خون شہادت سے اللہ تعالیٰ نے اپنی عظمتوں کی اور اپنی محبت کی تاریخ لکھوادی اور ان کو اس کام کے لئے انتخاب فرمایا لیتخذ منکم شھداء کافروں کی کیا مجال تھی کہ وہ کسی مومن کا خون بہا سکتے اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت اور عظمت کی شہادت کے لئے ان کو منتخب فرمایا تاکہ منعم علیہم نبیین، صدیقین اور صالحین کے ساتھ شہداء کا ایک گروہ بھی روئے زمین پر موجود رہے ورنہ کفار قرآن پاک کی صداقت پر اعتراض کرتے کہ منعم علیہم میں شہداء کے مصادیق کہاں ہیں۔ لہذا ایک طبقہ پیدا فرمایا کہ تم لوگ مجھ پر اپنی جانوں کو فدا کردو اور اپنے خون سے میری محبت کی تاریخ لکھ دو۔

اب اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات پر بندوں کی جان فدا کرنے کا حکم کیوں دیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو خدا ہم کو زندگی عطا کرسکتا ہے وہی

خدا شہادت کا حکم دے کر ہماری زندگی کو اپنے اوپر فدا کرنے کا بھی حق رکھتا ہے۔ جو ہم کو عدم سے وجود میں لاتا ہے وہ اگر کہہ دے کہ اپنی زندگی کو مجھ پر فدا کردو تو اس میں تم کو کیا اشکال ہے۔ جب ہم تم کو زندگی دینے پر قادر ہیں اور ہم تم کو زندگی عطا کرتے ہیں تو ہمیں تمہاری زندگی لینے کا حق حاصل ہے۔ جب ہم تم کو حیات دے سکتے ہیں تو تمہاری حیات اپنے اوپر فدا کرنے کا حکم بھی دے سکتے ہیں۔ ہماری عطائے حیات ہمارے ہی لئے فدائے حیات ہے۔ ہماری طرف سے عطائے حیات کے بعد فدائے حیات کا حکم ظلم نہیں ہے۔ ہمارا حق ہے کہ ہم تم کو زندگی دیں اور پھر حکم دے دیں کہ اپنی زندگی کو مجھ پر فدا کرو تاکہ منعم علیہم کا یہ طبقہ شہداء قیامت تک زندہ رہے۔ اگر شہادت کا باب بند ہوتا تو قرآن پاک کی اس آیت من النبیین والصدیقین والشھداء والصالحین میں شہداء کے مصادیق کہاں ملتے لہٰذا قیامت تک جہاد ہوتا رہے گا اور شہید ہوتے رہیں گے۔ جس نے زندگی دی ہے شہداء اسی پر اپنی زندگی فدا کرتے رہیں گے۔

بیویوں سے حُسنِ سلوک کا ایک عنوان جدید

ارشاد فرمایا کہ رات جنوبی افریقہ سے ایک میاں بیوی کا فون آیا کہ ہم دونوں میں شدید اختلاف ہے۔ بیوی نے کہا کہ جب میرا شوہر گھر آتا ہے تو میں بجائے خوشی کے خوف سے کانپنے لگتی ہوں کہ جیسے کوئی جلاد آرہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے میری زبان سے ایسا مضمون بیان کرادیا جس سے دونوں شیر و شکر ہوگئے۔ میں نے اس کے شوہر سے کہا کہ اپنی بیوی سے محبت کرو اور عشق لیلیٰ سے نور عشق مولیٰ حاصل کرو کیونکہ اللہ کا حکم ہے کہ اپنی بیویوں

کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ یہ معروف بہت بڑا معروف ہے، اس میں بیویوں کی خطاؤں کو معاف کرنا بھی داخل ہے، ان کے ٹیڑھے پن کو تسلیم کرتے ہوئے ان سے گذارا کرنا بھی اسی میں داخل ہے کیونکہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کی گویا تفسیر فرمائی کہ المرأۃ کالضلع عورت مثل ٹیڑھی پسلی کے ہے ان اقمتھا کسرتھا اگر پسلی کو سیدھا کرنا چاہو گے تو ٹوٹ جائے گی ان استمتعت بھا استمتعت بھا و فیھا عوج اور اگر اس سے گذارا کرنا چاہو گے تو ٹیڑھی پسلی سے گذارا ہو رہا ہے یا نہیں۔ کوئی ہسپتال میں داخل ہو کر اپنی پسلی سیدھی نہیں کراتا لہٰذا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ عورت کے ٹیڑھے پن کی، ٹیڑھی بات کی اصلاح کی کوشش مت کرو۔ ایسے ہی گذارا کرلو اور بیوی کو لیلیٰ سمجھو اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ بیویوں سے تم کو تین نعمتیں ملیں گی (۱) لتسکنوا الیھا تم کو اس سے سکون ملے گا اور مودۃ یعنی محبت ملے گی و رحمۃ اور رحمت ملے گی۔ یہ تین نعمتیں تم پاؤ گے۔

ایک صاحب نے مجھ سے کہا کہ میری بیٹی کے مزاج میں غصہ بہت ہے آپ اس کے لئے دُعا کردیجئے ورنہ جب بیاہ کے جائے گی تو شوہر کے جوتے کھائے گی۔ میں نے کہا کہ دیکھو باپ کو کتنی فکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اپنی بندیوں کا کتنا خیال ہے۔ جب ہی تو یہ آیت نازل کی کہ و عاشروھن بالمعروف یہ صرف تمہاری بیبیاں نہیں ہیں ہماری بندیاں بھی ہیں۔ اپنی لیلیٰ سے محبت کرنا تو عین تمہاری فطرت ہے لیکن مولیٰ کا کرم دیکھو کہ تم عشق لیلیٰ کرو ہم اس کو عشق مولیٰ تسلیم کریں گے کیونکہ تم نے ہمارے حکم عاشروھن بالمعروف پر عمل کیا اور اپنی بیوی کو بھلائی سے رکھا تو یہ کتنا بڑا کرم ہے کہ وہ مولیٰ عشق لیلیٰ کو عشق مولیٰ تسلیم کر رہا ہے کتنا کریم مولیٰ ہے

لہٰذا اپنی بیویوں سے محبت کرکے ان کی خطاؤں کو معاف کرکے ان کی ٹیڑھی ٹیڑھی باتوں کو سن کرکے ان کے ناز اٹھالو تو گویا آپ نے عشقِ لیلیٰ سے عشقِ مولیٰ حاصل کرلیا کیونکہ بیوی کے ساتھ محبت سے پیش آئے تو بیوی بھی خوش ہوئی اور اللہ بھی خوش ہوگیا لہٰذا کتنا بڑا انعام ہے کہ عشقِ لیلیٰ بھی ملا اور عشقِ مولیٰ بھی ملا۔

حی علی الصلوٰۃ کا جواب اسلام کی حقانیت کی دلیل

ارشاد فرمایا کہ اگر اسلام سچا مذہب نہ ہوتا، انسان کا بنایا ہوا زمینی مذہب ہوتا تو جب موذن حی علی الصلوٰۃ کہتا کہ آؤ نماز کی طرف تو یہ سکھاتا کہ لبیک میں حاضر ہورہا ہوں۔ عقل سے قیاس کرتا کہ جب کوئی بڑا پکارتا ہے تو غلام کہتا ہے حاضر جناب۔ مگر یہ عقل کا مذہب نہیں ہے یہ آسمانی مذہب ہے اس لئے اللہ نے حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں لبیک نہیں سکھایا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہماری کمزوریوں سے واقف ہیں۔ فرماتے ہیں خلق الانسان ضعیفاً تم کمزور ہو تم جس ماحول میں پھنسے ہو خواہ تجارت کررہے ہو یا بیوی سے بات کررہے ہو یا دوستوں سے گفتگو کررہے ہو تو تم اس ماحول کو بغیر میری مدد کے نہیں چھوڑ سکتے کیونکہ میرے پاس آنے کے لئے تمہیں دو کام کرنے پڑیں گے۔ غیر اللہ کا کام چھوڑنا اور اللہ کے حکم کی طرف آنا یہ دو کام ہیں لیکن نہ تم غیر اللہ کو چھوڑ سکتے ہو اور نہ میری اطاعت کے کام کی طرف آسکتے ہو مگر میری مدد سے اس لئے حی علی الصلوٰۃ کے جواب میں لکھو لا حول ولا قوۃ الا باللہ یعنی نہیں ہے ہم میں طاقت گناہ چھوڑنے کی، غیر اللہ کو

چھوڑنے کی مگر اے اللہ صرف آپ کی حفاظت سے اور نہیں ہے طاقت نیک کام کرنے کی مگر اے اللہ صرف آپ کی مدد سے۔ یہی دلیل ہے کہ اسلام سچا مذہب ہے، اللہ کا دین ہے۔ یہ خودساختہ عقل ساختہ انسان ساختہ دین نہیں ہے۔ اگر صرف عقل کی غلامی سے اس کا تعلق ہوتا تو موزوں کے اوپر مسح فرض نہ ہوتا موزوں کے نیچے پاؤں کے تلووں کی طرف فرض ہوتا تاکہ جو کچھ مٹی وغیرہ لگی ہے وہ ہٹ جائے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا مذہب ہے۔ بعض قانون اللہ نے ایسے بنادئے تاکہ بندے عقل کے غلام نہ رہیں میرے غلام رہیں۔

حلاوت ایمانی کا بے مثل مزہ

۲۶ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۶ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعرات بعد فجر، بجے
در حجرۂ حضرت والا دامت برکاتہم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال

ارشاد فرمایا کہ نظر بچانے پر حلاوت ایمانی اعتقادی تو ہر شخص کو عطا ہوتی ہے۔ جو نظر بچاتا ہے اعتقاداً سمجھتا ہے کہ میرے دل کو حلاوت ایمانی عطا ہوئی لیکن بعض کو اللہ تعالیٰ حلاوت ایمانی وجدانی، ذوقی، حالی، حسی عطا فرماتے ہیں، حلاوت ایمانی کی لذت بے مثل کو ان کا قلب محسوس کرتا ہے کیونکہ اللہ کی ذات بے مثل ہے، اس کا کوئی ہمسر اور برابری کرنے والا نہیں تو ان کے نام کی حلاوت بھی بے مثل ہے۔ جو اللہ کے لئے غم اٹھاتا ہے دل پر زخم حسرت کھاتا ہے، حلاوت ایمانی کی لذت بے مثل اللہ تعالیٰ اس کے قلب کو عطا فرماتے ہیں۔ نظر بچانے میں وہ مزہ ہے، وہ مزہ ہے، وہ مزہ ہے جس کی کوئی مثل نہیں۔ جو اللہ ان حسینوں کو حُسن دے سکتا ہے تو خود ان کے نام میں کتنا مزہ ہوگا اور ان کی راہ میں غم اٹھانے میں کتنا مزہ ہوگا۔ جو ہمیشہ یہ غم

اٹھاتا رہتا ہے، ایک لمحہ کو بھی اپنے مالک کو ناراض نہیں کرتا، اپنے دل کا خون کرتا رہتا ہے نظر بچا بچا کر اپنے دل کو توڑتا رہتا ہے لیکن اللہ کے قانون کو نہیں توڑتا تو اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہیں۔ دیکھتے ہیں کہ کب تک میرا بندہ غم اٹھائے گا لہٰذا اس کے مجاہدہ کو لذیذ کردیتے ہیں، اسے مجاہدہ میں مزہ آنے لگتا ہے کہ کب میں نظر بچاؤں اور کب مجھے حلاوت ایمانی عطا ہو۔ پس اس کے قلب کو اللہ تعالیٰ ایمان کی مٹھاس کی بے مثل لذت عطا کردیتے ہیں کہ میرا بندہ خوگر ضرب کاری ہوگیا تو اسے لطف یاری عطا فرماتے ہیں، اس کا قلب حلاوت ایمانی کی ایسی لذت پاتا ہے جو بادشاہوں نے خواب میں بھی نہیں دیکھی، مجانین عالم کی عشقبازیاں اور لیلائے کائنات کے تمکیات کی فتنہ سازیاں اس لذت کے سامنے بے قدر اور ہیچ ہوجاتی ہیں۔ چاند سورج کی روشنیاں بے نور اور لوڈ شیڈنگ معلوم ہوتی ہیں اور پاپڑ سموسے کباب اور بریانیاں اس حلاوت قرب کے سامنے بے مزہ اور بے قدر معلوم ہوتی ہیں۔

اور یہ حلاوت ایمانی ذوقیہ، حالیہ، وجدانیہ، حسّیہ، اللہ کے فضل پر موقوف ہے ہمارے کسی مجاہدہ کا ثمرہ نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ہمارے مجاہدات ناقص اور یہ حلاوت ایمانی عطاء ربانی ہے جو ہمارے اعمال ناقصہ کا بدلہ نہیں ہوسکتی۔

معیت الٰہیہ کی لذت بے مثل کی وجہ

۲۰ ذوالقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۰ مارچ ۱۹۹۸ء بروز جمعہ، بجے صبح در حجرۂ حضرت والا دامت برکاتہم خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ جس کے دل میں اللہ اپنی تجلیات خاصہ کے ساتھ

متجلی ہوتا ہے دونوں عالم کے مزوں سے بڑھ کر بے مثل مزہ وہ دل میں پاتا ہے۔ تمام عالم کے سلاطین کے تخت و تاج کا نشہ بھی اس دل میں آتا ہے کیونکہ سلاطین عالم کے تخت و تاج اللہ ہی کی بھیک ہیں۔ جس دل میں اللہ تجلی فرماتا ہے سارے عالم کی لیلاؤں کے نمک اور حُسن کا نشہ بھی ساتھ لاتا ہے اور سارے عالم کے کباب بریانی اور جملہ نعمائے کائنات کا مزہ بھی ساتھ لاتا ہے اور سورج اور چاند کی روشنی ان تجلیات خاصہ کے سامنے ماند پڑجاتی ہے۔ جنت کی حوروں کا مزہ یہیں سے شروع ہوجاتا ہے۔ اللہ حوروں کا خالق ہے۔ تو جب اللہ دل میں تجلی فرماتا ہے تو اس کو حوروں سے زیادہ مزہ دنیا ہی میں ملنے لگتا ہے کیونکہ حوریں حادث ہیں۔ حادث کے معنیٰ ہیں جو پہلے نہیں تھا پھر موجود ہوا۔ لہٰذا جنت کی اور جنت کی حوروں کی اور جنت کی تمام نعمتوں کی شان ابداً تو ہے ازلاً نہیں ہے یعنی اللہ کے پیدا کرنے سے اب موجود تو ہیں اور اللہ کی مشیت سے ہمیشہ موجود بھی رہیں گی لیکن ازلاً نہیں تھیں یعنی ہمیشہ سے موجود نہیں تھیں معدوم تھیں، ان کا وجود ہی نہیں تھا پھر اللہ نے پیدا کیا اور موجود ہوئیں اور اللہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا، ازل سے ہے اور ابد تک رہے گا۔ اللہ کا نور واجب الوجود اور قدیم ہے ازلاً ابداً ہے لہٰذا ازلاً ابداً کی شان خالی ابداً والوں میں کیسے آسکتی ہے جبکہ ان کی ابدیت بھی اللہ تعالیٰ کی مشیت کی ممنون ہے لہٰذا اللہ کی ذات لا مثل لہ ہے وہ جس دل میں متجلی ہوتا ہے اس دل کا مزہ بھی لا مثل لہ ہوتا ہے، بے مثل لذت، بے مثل مزہ، بے مثل خوشی وہ دل پاتا ہے۔

نیکوں کی اقلیت اور نافرمانوں کی اکثریت کی تمثیل

ارشاد فرمایا کہ اچھی چیزیں ہمیشہ کم ہوتی ہیں۔ دیکھئے سورج روشنی میں سب سے اعلیٰ ہے لیکن ایک ہی ہے اور ایک ہی پورے عالم کے لئے کافی ہے لہٰذا نیک بندوں کی تعداد اگر کم بھی ہو تو گھبرانا نہیں چاہئے کیونکہ نیک تو ہیں۔ یہ تھوڑے سے ہزاروں سے قیمتی ہیں اور بُرے لوگوں کی اکثریت ہے تو اکثریت کو نہ دیکھئے۔ یہ دیکھئے کہ اکثریت میں ہیں کون۔ یہ بتائیے کہ ایک تولہ عطر عود کی ایک شیشی رکھی ہوئی ہے اور گو کے دس کنستر رکھے ہوئے ہیں تو بتائیے کہ گو کے کنستروں کی یہ اکثریت بہتر ہے یا عود کی اقلیت۔ گو کے کنستروں کی اکثریت کا عطر کی شیشی کی اقلیت سے اگر کوئی الیکشن کرائے تو کیا پے خانے کی عطر پر برتری ثابت ہوسکتی ہے۔ ایک کروڑ ستارے کیا الیکشن میں سورج کے مقابلہ میں آسکتے ہیں۔ سورج کہے گا کہ جب میں نکلوں گا تو ستارے ووٹ دینے کے قابل ہی نہ رہیں گے۔ وہ ایسے غائب ہوں گے کہ نظر ہی نہ آئیں گے۔ ایسے ہی شیر کا الیکشن بکریوں بندروں لومڑیوں اور گدھوں کی اکثریت سے نہیں کرایا جاسکتا۔ شیر کہے گا کہ جب میں چلتا ہوں تو سب کی ہوا اکھڑ جاتی ہے اور یہ ایسے بھاگتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ جیسے زمین ان پر تنگ ہوگئی ہو۔ اسی طرح ایک لاکھ کانٹے رکھے ہوئے ہیں اور اس میں ایک پھول ہے گلاب کا۔ بتائیے پھول افضل ہے یا کانٹوں کی اکثریت۔ لہٰذا عطر عود کو اور گلاب کے پھول کو کبھی نہیں سوچنا چاہئے کہ ہم تعداد اور مقدار میں کم ہیں بلکہ شکر کرنا چاہئے کہ ہم کو عود اور گلاب بنایا نیکوں کی اقلیت میں بنایا، گو کے

لفنستروں کی طرح کافروں اور نافرمانوں اور بدمعاشوں کی اکثریت میں نہیں بنایا۔

صاحبِ حیات اور حیات سازِ عالم

۲۹ ذوقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۲۹ مارچ ۱۹۹۸ء بروز اتوار در حجرۂ
حضرت والا دامت برکاتہم ڈیڑھ بجے دوپہر قبل ظہر

ارشاد فرمایا کہ اللہ والے اللہ کا نام لیتے ہیں اور ہر لحہ اللہ کو راضی رکھتے ہیں اور ایک لحہ اللہ کو ناراض نہیں کرتے جس کی برکت سے ان کے اوپر بے شمار حیات برستی ہے۔ ہر لحہ ان کو ایک نئی جان عطا ہوتی ہے اور بے شمار حیات وہ اپنے اندر رکھتے ہیں اور ایسی حیات ان کو عطا ہوتی ہے کہ وہ خود ہی صاحب حیات نہیں ہوتے ایک عالم کو حیات دیتے ہیں۔ جو بھی ان کے پاس آتا ہے زندہ ہوجاتا ہے، حیات ایمانی پاجاتا ہے اور ان کی حیات سے عالم کی حیات قائم ہے کیونکہ جس دن کوئی اللہ کا نام لینے والا نہ ہوگا قیامت آجائے گی۔ اس لئے اللہ والے صاحبِ حیات بھی ہیں اور حیات سازِ عالم بھی ہیں۔

بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

آج صبح حضرت والا کئی دن کے بعد خانقاہ امدادیہ اشرفیہ سندھ بلوچ سوسائٹی تشریف لے گئے اور ارشاد فرمایا کہ آج کل عام تصور جہلاء کا یہ ہے کہ خانقاہ میں قبر ہوتی ہے اس لئے میں نے خانقاہ کے دروازے کے اوپر ہی لکھوا دیا ہے کہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ برائے اصلاح اخلاق برائے تزکیہ نفس تاکہ لوگ سمجھ لیں کہ یہ وہ خانقاہ نہیں ہے جہاں قبریں ہوتی ہیں اور

قبروں میں مُردوں کو دفن کیا جاتا ہے بلکہ یہ وہ خانقاہ ہے کہ جن کے دل قبریں ہیں ان مُردہ دلوں کو زندہ کیا جاتا ہے۔ خانقاہ حلوہ پوری اور پلاؤ بریانی کھانے کا نام نہیں ہے۔ خانقاہ وہ نہیں ہے جہاں جمعرات کے دن بکرے کی بوٹیوں پر لڑائی ہوتی ہے۔ پھر خانقاہ کس چیز کا نام ہے؟ اصلی خانقاہ وہ ہے جہاں دل اللہ کی محبت میں تڑپ رہے ہوں جہاں حسینوں سے نظریں بچا کر زخم حسرت کھا کر خونِ آرزو پی کر گناہوں سے بچنے کا غم اٹھا کر کوئی اللہ کی محبت میں آہ کر رہا ہو، ہر لمحہ جن کا دل اللہ پر فدا ہو رہا ہو وہ اصلی خانقاہ ہے۔ اسی پر میرا شعر ہے ؎

اہل دل کے دل سے نکلے آہ آہ
بس وہی اختر ہے اصلی خانقاہ

قبر میں ساتھ جانے والی سلطنت

ظہر سے قبل کچھ مل مالکان جو حضرت والا سے تعلق رکھتے ہیں خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت **ارشاد فرمایا کہ** سارے عالم کے مزے موت کی غشی میں گم ہوجاتے ہیں، آکسیجن چڑھی ہوتی ہے پھر کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ میرے پاس کتنی فیکٹریاں کتنے کارخانے ہیں۔ روح ہوتی ہے نظر نہیں آتا۔ ڈاکٹروں کا بورڈ کہتا ہے کہ سیٹھ صاحب ابھی زندہ ہیں لیکن آنکھوں سے کچھ نظر نہیں آتا کہ کہاں ہیں وہ لیلائیں جن سے دل بہلاتا تھا۔ پاپڑ سموسے کباب بریانی کا مزہ اس وقت کوئی لے سکتا ہے؟ مکان، قالین، موبائل اور ایر کنڈیشن کے لطف کا اس وقت کوئی احساس ہوسکتا ہے؟ زندہ ہوتے ہوئے زندگی کی تمام نعمتوں سے بے حس پڑا ہوا ہے۔ لہٰذا جب دنیا زندگی ہی میں

ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے تو کیوں مرتے ہو ایسی دنیا پر ۔ اس لئے اللہ تعالیٰ پر مرنا سیکھو تو زندگی میں بھی ساری نعمتیں ہوں گی اور اللہ کی محبت کی سلطنت قبر میں بھی ساتھ لے جاؤ گے اور قیامت کے دن جب اللہ پوچھے گا کہ میرے لئے کیا لائے ؟ تب وہ بندہ جو دنیا میں اور دنیا کی نعمتوں میں اللہ کا ہوکر رہا کہے گا کہ اے اللہ میں آپ کے لئے آپ کو لایا ہوں ۔ زندگی بھر ہم آپ پر مرتے رہے اور آپ کے لئے غم اٹھاتے رہے ۔ اہل دنیائے کفر اور اہل دنیائے فسق اپنی حرام تمناؤں سے گلچھرے اُڑاتے رہے اور ہم آپ ہی کے گلستاں سے دل لگاتے رہے لہٰذا آپ کو حاصل کرنے کے لئے جس دریائے خون سے گذرا ہوں وہ دریائے خون حسرت اور دریائے خون تمنا لایا ہوں ۔ پیسہ تھا ، حسین تھے ، طاقت تھی ، پیسے سے لیلاؤں کو خرید سکتا تھا مگر میں آپ کا مجنوں تھا لیلاؤں کا مجنوں نہیں تھا ۔ میں وہ قیس نہیں تھا جو لیلاؤں پر پاگل ہوتا ہے ۔ میں آپ کا دیوانہ تھا آپ کے دیوانوں میں رہتا تھا جن کی برکت سے لیلاؤں سے بچنے کا غم اٹھانا اور دریائے خون سے گذرنا بھی لذیذ ہوگیا ۔ اس دریائے خون سے میرے قلب کے سارے آفاق سُرخ ہوگئے تھے ۔ آپ آسمان دنیا کے افق مشرق کو ایک آفتاب دیتے ہیں لیکن میرے قلب کے چاروں افق کو خون تمنا سے سُرخ کرکے آپ نے تو بے شمار آفتاب قرب عطائے فرمائے ؎

یہ تڑپ تڑپ کے جینا لہو آرزو کا پینا
یہی میرا جام و مینا یہی میرا طور سینا

میری وادیوں کا منظر
ذرا دیکھنا سنبھل کر

اعمال کی قیمت

ارشاد فرمایا کہ ایک شخص نے چوڑیوں کے جھولے پر لاٹھی مار کر پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ چوڑی والے نے کہا کہ کیا بتاؤں کہ کیا ہے بس ایک دفعہ اور اسی طرح پوچھ لیجئے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ آدمی چوڑیاں تو ایک ہی لاٹھی سے ٹوٹ چکی ہیں۔ ایسے ہی ہمارے اعمال نازک ہیں، ان کی کوئی حیثیت نہیں۔ اگر اللہ قبول کرلے تو سونا چاندی ہے ورنہ کچھ بھی نہیں۔ اعمال کی قیمت جب ہے کہ قبول ہوجائیں اس لئے نیکی کرکے اکڑنا نہیں چاہئے ڈرتے رہنا چاہئے کہ نہ معلوم قبول بھی ہے یا نہیں اور قبولیت کے لئے دعا بھی کرنا چاہئے۔

عاشقوں کا ذوق

حضرت والا کے ایک محب کا فون آیا جن کو آج صبح حضرت والا نے بلایا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے نہ آسکے۔ وہ فون پر بار بار معافی مانگ رہے تھے۔ حضرت والا نے فرمایا کہ آپ جو محبت سے بار بار معذرت کررہے ہیں عاشقوں کا ذوق یہی ہوتا ہے کہ معذرت پر معذرت پیش کرتے ہیں مگر سیری نہیں ہوتی۔ ان کا دل چاہتا ہے کہ معذرت کرتے کرتے اتنا اپنے کو مٹادوں کہ جیتے جی زمین میں گڑ جاؤں جیسا کہ ایک عاشق صادق کہتا ہے ؎

مری کھل کر سیہ کاری تو دیکھو
اور ان کی شان ستاری تو دیکھو
گڑا جاتا ہوں جیتے جی زمیں میں

گناہوں کی گراں باری تو دیکھو
کرے بیعت حفیظا اشرف علی سے
بایں غفلت یہ ہشیاری تو دیکھو

یہ ذوق عاشقی ہے۔ عاشق محبوب کی اک ذرا سی تکلیف کے خیال سے تڑپ جاتا ہے، ندامت سے گڑ جاتا ہے۔

دین کا کام عظمت دین اور عزت نفس کے ساتھ کرنا چاہیے

ارشاد فرمایا کہ مولانا محمد گاردی صاحب جو عالم بھی ہیں حضرت شیخ الحدیث رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ بھی ہیں اور بہت بڑے تاجر بھی ہیں اس فقیر سے محبت رکھتے ہیں اور محبت ہی کی وجہ سے جنوبی افریقہ سے میرے ساتھ کراچی آئے۔ سندھ بلوچ سوسائٹی کی مسجد اور خانقاہ دیکھ کر انہوں نے کہا کہ تقریباً دس سال سے آپ جنوبی افریقہ آرہے ہیں، ہربار آپ سے ملاقات ہوئی کسی سفر میں کسی مسجد میں کسی جلسہ میں آپ نے اشارہ بھی نہیں کیا کہ اتنا بڑا دین کا کام یہاں ہورہا ہے، اتنے ادارے یہاں قائم ہیں۔ میں نے مزاحاً کہا کہ اشارہ تو نہیں کیا لیکن اب تو ماشاء اللہ آپ کی گود میں رکھ دیا۔ اس جملہ سے وہ بہت محظوظ ہوئے۔

ان کو بہت تعجب تھا۔ میں نے کہا کہ مجھے میرے بزرگوں کی تعلیم ہے کہ اتنا کام کرو جو عظمت دین اور عزت نفس کے ساتھ ہو۔ دیکھئے اسی خاموشی کے ساتھ کام تو ہورہا ہے۔ آپ بتائیے کہ کوئی کتنے ہی درد بھرے دل کے ساتھ تقریر کرے لیکن تقریر کے بعد چندہ کا اور پیسے کا نام لے لے تو تقریر کا

سارا اثر ختم ہوجائے گا۔ جو عظمت دین کو قائم رکھے گا مالک کا کرم ان شاء اللہ تعالیٰ اس کو محروم نہیں کرے گا۔ اس کے لئے غیب سے اسباب پیدا ہوں گے۔

ایک زمانہ میں میں بہت مقروض ہوگیا مدرسہ کی پانچ منزلہ عمارت کی تعمیر کی وجہ سے جو مسجد کے دائیں طرف ہے جہاں اب دین کی تعلیم ہورہی ہے۔ بس ایک دن ایک ملک سے فون آیا کہ یہاں ایک تاجر ہیں، اللہ والے آدمی ہیں وہ کچھ رقم آپ کے مدرسہ میں دینا چاہتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ کب بھیجیں اور کتنا بھیجیں۔ میں نے کہا کہ وہ خود براہ راست مجھ سے بات کریں۔ پھر ان کا خود فون آیا کہ میں ایک مہینہ سے کوشش کررہا ہوں لیکن درمیان والے صاحب جو آپ سے تعلق بھی رکھتے ہیں وہ بھول جاتے ہیں۔ ۳۵ لاکھ کا قرضہ ہوگیا تھا خالی اسی شخص نے بھیج دیا اور وہ میرے مُرید بھی نہیں ہیں اور میں نے ان سے کہا بھی نہیں اور کسی سے کہلوایا بھی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک مہینے سے عالم غیب سے بار بار میرے دل میں تقاضا ہورہا ہے کہ میں آپ کے مدرسہ میں کچھ رقم پیش کروں۔ لہٰذا اللہ کے کرم کا اختر جتنا بھی شکر ادا کرے کم ہے کہ بغیر اشارہ کنایہ بے منت مخلوق انتظام فرمادیا ؎

بے سوالی بھی نہ خالی جائے گی
دل کی بات آنکھوں سے پالی جائیگی
کیا نظر مجھ پر نہ ڈالی جائے گی
کیا مری فریاد خالی جائے گی

میں نے اپنی اولاد کے لئے ابھی تک کوئی مکان بھی نہیں بنایا اور الحمد للہ مجھے اس کا کوئی غم بھی نہیں ہے۔ اپنا ناظم آباد کا مکان بیچ کر میں یہاں گلشن میں

آ گیا ۔ ایک کتب خانہ کرلیا جو ذریعہ اشاعت دین ہے ۔ اور اللہ کے کرم سے عظمت دین اور عزت نفس کے ساتھ کام ہورہا ہے ۔ برطانیہ ، امریکہ ، بار بڈوز ، ری یونین ، جنوبی افریقہ اور بنگلہ دیش برسوں سے سفر ہورہا ہے کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی مدرسہ مسجد کا نام لیا ہو ۔ یہ میرے بزرگوں کا صدقہ ہے جن کی اختر نے جوتیاں اٹھائی ہیں ۔

آج سے بیس سال پہلے جب یہ خانقاہ بن رہی تھی تو نواب قیصر صاحب آئے ۔ نواب صاحب کہنے کو تو نواب ہیں لیکن بزرگوں کی صحبت نے ان کو بالکل مٹادیا ۔ نام کے نواب ہیں حقیقت میں اب بالکل فقیر اور درویش ہیں ۔ پوچھا کہ خانقاہ کی تعمیر کا تخمینہ کیا ہے ۔ میں نے کہا کہ ٹھیکہ دار نے چھ لاکھ بتائے ہیں ۔ کہنے لگے کہ یہ تو کچھ بھی نہیں ہے ۔ شیخ دوبئ میرا دوست ہے ۔ میری کوٹھی کے پاس اس کی کوٹھی ہے ۔ میں اس سے کہہ دوں گا وہ چھ لاکھ اُمید ہے دے دے گا ۔ میں نے کہا ٹھیک ہے ۔ اگلے دن ان کا فون آیا کہ شیخ دوبئ روپیہ دینے کو تیار ہوگیا ہے ۔ میں نے کہا آپ لے لیجئے ۔ کہنے لگے کہ نہیں آپ کو آنا پڑے گا اور رقم وصول کرکے رجسٹر پر دستخط کرنے ہوں گے ۔ میں نے کہا کہ میں ہرگز نہیں آسکتا ۔ اگر میں نے وہاں جاکر یہ رقم لے لی تو خانقاہ تو بن جائے گی لیکن خانقاہ کی روح نکل جائے گی اور اس خانقاہ کی پیشانی پر ہمیشہ کے لئے یہ کلنک کا ٹیکہ لگ جائے گا کہ اس کا بانی ایک بادشاہ کے دروازہ پر پیسہ وصول کرنے آیا تھا ۔ بئس الفقیر علیٰ باب الامیر کی رسوائی سے میں اللہ کی پناہ چاہتا ہوں ۔ نواب صاحب حیرت میں پڑگئے اور اتنے متاثر ہوئے کہ ان کے منہ سے نکل گیا کہ آپ تو ہمارے بزرگوں کی یادگار ہیں اور کہنے لگے کہ آج اگر میں اس رقم کے متعلق اشارہ کردوں تو میرے گھر پر چندہ لینے والوں کی

لائن لگ جائے لیکن آپ انکار کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ میرا کمال نہیں ہے میرے بزرگوں کی کرامت ہے جن کی میں نے ساری عمر جوتیاں اٹھائی ہیں اس واقعہ کی جب میں نے اپنے مرشد حضرت والا ہردوئی دامت برکاتہم کو اطلاع دی تو حضرت نے تحریر فرمایا کہ بہت اچھا کیا۔ تعمیر فقیری تعمیر شاہی سے بہتر ہے۔

شکور کے معنی

مجلس میں ایک صاحب تھے جن کے نام میں لفظ شکور شامل ہے۔ ان کی رعایت سے فرمایا کہ شکور اسماء حسنیٰ سے ہے۔ اور شکور کے معنی ہیں الذی یعطی اجر الجزیل علی العمل القلیل جو تھوڑے سے عمل کے بدلہ میں اجر عظیم عطا فرمادے۔ ایک خار کے بدلہ میں گلستاں دے دے جیسے نظر بچانے میں ایک ذرا سا غم ہوتا ہے اس غم کے کانٹے کے بدلہ میں وہ شکور حلاوت ایمانی کا گلستاں دیتا ہے۔

حضرت والا کی خوش مزاجی

جنوبی افریقہ سے ایک مہمان جو عالم اور مفتی بھی ہیں ایرپورٹ سے پہنچے۔ حضرت والا کے صاحبزادے حضرت مولانا مظہر صاحب نے فرمایا کہ ان کا اچار کا بہت بڑا کاروبار ہے اور پورے افریقہ میں ان کا اچار مشہور ہے۔ حضرت والا نے مزاحاً فرمایا کہ پھر تو وہاں کوئی بھی لاچار نہ ہوگا۔ رعایت لفظی سے بات میں بات اور مزاح پیدا کرنے کا حضرت والا کو اللہ تعالیٰ نے ایک

خاص ملکہ عطا فرمایا ہے جو حضرت والا کی خوش مزاجی و خوش طبعی کی دلیل ہے جس کی برکت سے لوگ بہت جلد حضرت والا سے مانوس ہوجاتے ہیں۔

دینی خادموں کی تسلی قلب کے لئے عظیم الشان مضمون

۱۳ ذوالحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۱۱ اپریل ۱۹۹۸ء بروز
ہفتہ خانقاہ امدادیہ اشرفیہ گلشن اقبال کراچی

ارشاد فرمایا کہ اگر سکون قلب، جمعیت قلب اور اطمینان قلب سے دین کی خدمت مطلوب ہوتی تو اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کے لئے دشمن نہ پیدا کرتے اور قرآن پاک میں یہ آیت نازل نہ فرماتے وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا۔ جتنے میرے نبی دنیا میں آئے ان میں سے ہر ایک کے لئے میں نے ایک دشمن بنایا اور اس میں کوئی استثنیٰ بھی نہیں ہے کہ فلاں نبی کے لئے بنایا اور فلاں کے لئے نہیں بنایا اور اس جعل تکوینی کی نسبت بھی اپنی طرف فرمارہے ہیں کہ جعلنا ہم نے بنایا، یہ نہیں کہ کوئی اتفاقی دشمن پیدا ہوگیا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں ؎

بھلا ان کا مُنہ تھا مرے مُنہ کو آتے
یہ دشمن انہیں کے اُبھارے ہوئے ہیں

تیرہ سال مکہ مکرمہ میں آپ کو کس قدر ستایا گیا۔ اونٹ کی اوجھڑی سجدے میں کافروں نے آپ کی گردن مبارک پر رکھ دی اور کافر اتنا ہنسے کہ ہنستے ہنستے ایک دوسرے کے اوپر گرگئے۔ طائف کے بازار میں آپ کو پتھر مارے گئے، گالیاں دی گئیں، پاگل، مجنون اور جادوگر کہا گیا یہاں تک کہ مکہ شریف سے آپ کو ہجرت کرنا پڑی لیکن مدینہ شریف میں بھی کیسے کیسے غم آپ

نے برداشت کئے اور وہاں بھی کفار نے آپ کو سکون کا سانس نہ لینے دیا یہاں تک کہ غم اٹھاتے اٹھاتے اور مجاہدہ فرماتے فرماتے آپ بوڑھے ہوگئے تو بوڑھے پیغمبر پر اللہ تعالیٰ کو کتنا رحم آیا ہوگا لیکن اس کے باوجود مدینہ پاک میں آپ کے لئے سکون قلب سے دین کا کام کرنے کا انتظام نہیں کیا گیا۔ آئے دن جہاد ہوتا رہا۔ روایت میں ہے کہ آپ جہاد سے واپس تشریف لاتے تھے اور اسلحہ اُتار کر زمین پر رکھنے نہ پاتے تھے کہ دوسرے جہاد کی خبر آجاتی تھی۔ ساری زندگی جہاد میں رہنا کتنا بڑا مجاہدہ اور کتنی بڑی تشویش ہے۔ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے پیاروں کے لئے یہی پسند ہے کہ ہمیشہ مجاہدہ میں رہو اور مشاہدہ میں رہو۔ جتنا زبردست مجاہدہ ہوگا اتنا ہی زبردست مشاہدہ ہوگا۔

معلوم ہوا کہ دشمنوں کا وجود اللہ تعالیٰ نے تکویناً جب پیغمبروں کے لئے مفید بنایا اور تشویش قلب اور بے سکونی کے ساتھ دین کی خدمت جب پیغمبروں کے لئے مقدر فرمائی تو اولیاء اللہ کو غم اور تشویش اور دشمنوں کی مخالفت کیوں نہ پیش آئے گی کیونکہ ولایت تابع نبوت ہوتی ہے۔ جو جتنا زیادہ تابع نبوت ہوگا اتنی ہی زیادہ اس کی ولایت قوی ہوگی۔ اعلیٰ درجہ کا ولی وہی ہے جو اعلیٰ درجہ کا متبع نبوت ہو۔ پیغمبروں کو جو مراحل و منازل پیش آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی تربیت کے جتنے انواع و اقسام و اطوار پیغمبروں کے لئے ہیں کماً و کیفاً ان کا کچھ حصہ اولیاء اللہ کو بھی دیا جاتا ہے البتہ وہ بلاء و مصیبت انبیاء کے درجہ کی نہیں ہوتی، کم درجہ کی ہوتی ہے کیونکہ اتنی بڑی بلاء اولیاء اللہ برداشت نہیں کرسکتے مگر کچھ مشابہت تو ہوتی ہے لہٰذا دشمن کے وجود سے گھبرانا نہیں چاہئے اور یہ سمجھنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے نبیوں والا انعام ہم جیسے گنہگاروں کو بھی عطا فرمادیا۔ چونکہ یہ بھی نبیوں والا سرکاری کام کررہا ہے،

اللہ تعالیٰ کی محبت کو پھیلا رہا ہے تو جو نبیوں سے جتنا زیادہ قریب تر ہو گا اتنے ہی زیادہ اس کو نبیوں جیسے حالات پیش آئیں گے۔ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اشد البلاء الانبیاء ثم الامثل ثم الامثل اور آپ نے فرمایا کہ اللہ نے جتنی بلائیں مجھے دیں کسی پیغمبر کو اتنی بلائیں نہیں دی گئیں۔ معلوم ہوا کہ ؎

جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے

اور ایک جدید مضمون اللہ تعالیٰ نے ابھی میرے قلب کو عطا فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتادیا تھا کہ فلاں فلاں جو مسجد نبوی میں آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے ہیں صورتاً صحابی نظر آتے ہیں مگر یہ صحابی نہیں ہیں منافقین ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم تھا کہ مدینہ شریف میں سب میرے عاشق نہیں ہیں۔ میرے جاں نثاروں، وفاداروں اور سچے عاشقوں کے درمیان بدترین دشمن بھی چھپے ہوئے ہیں جو ہماری مصیبت پر خوش ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب مبارک کس قدر مشوش ہوا ہو گا لیکن آپ کی دینی مصلحت اور کمال فراست نبوت نے ان کو برداشت فرمایا لہٰذا صرف عاشقوں میں رہنے کا ذوق خلاف ذوق نبوت ہے اور ذوق تربیت الٰہیہ کے بھی خلاف ہے۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہیں اگر چاہتے تو عزرائیل علیہ السلام کو بھیج کر سارے منافقین کی روح قبض کرلیتے کہ میرا پیغمبر ان نالائقوں کی وجہ سے تشویش میں ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے تشویش کو قائم رکھا۔ معلوم ہوا کہ تشویش میں رکھنا بھی ایک تکوینی راز ہے اور اس سے پیغمبروں کی ترقی درجات مقصود ہوتی ہے۔ اللہ نبیوں کو دشمن اس لئے نہیں دیتا کہ نعوذ باللہ وہ عجب و کبر سے محفوظ رہیں کیونکہ پیغمبر معصوم ہوتے ہیں ان میں عجب و کبر

پیدا ہی نہیں ہوسکتا ۔ انبیاء سے گناہ کا صدور محال ہے لہٰذا و جعلنا لکل نبی عدوا کا مقصد انبیاء علیہم السلام کے ہر لمحۂ حیات کو اپنے قرب کی عظیم الشان تجلیات ساعۃً فساعۃً متصاعدًا متزائدًا متبار کاً عطا کرنا ہوتا ہے ۔ پیغمبر جس اعلیٰ مقام پر فائز ہوتے ہیں دشمنوں کی ایذا رسانیوں سے ان کو ہر لمحہ ایک جدید تجلی ایک جدید ترقی، ہر لمحہ اعلیٰ سے اعلیٰ تر قرب نصیب ہوتا جاتا ہے کیونکہ اللہ کے قرب کی کوئی انتہا نہیں ہے، غیر محدود راستہ ہے، غیر محدود قرب ہے، غیر متناہی ترقیات ہیں لہٰذا اللہ تعالیٰ ان کے درجات کو ساعۃً فساعۃً بڑھاتا رہتا ہے ۔ اور اولیاء اللہ چونکہ معصوم نہیں ہوتے اس لئے مخلوق کی دشمنی و ایذا رسانی عجب و کبر سے ان کی حفاظت کا بھی ذریعہ ہے اور ان کی ترقی درجات کا بھی ذریعہ ہے اور ان کے تعلق مع اللہ میں اضافہ کا بھی ذریعہ ہے ۔

بڑھ گیا اُن سے تعلق اور بھی
دشمنی خلق رحمت ہوگئی

حضرت مجدد الف ثانی کے ایک خلیفہ نے مجدد صاحب کو لکھا کہ جہاں میں نے خانقاہ بنائی ہے وہاں میرے کچھ دشمن پیدا ہوگئے ہیں ۔ اگر آپ اجازت دیں تو میں کسی دوسری جگہ اپنی خانقاہ کو منتقل کردوں ۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو لکھا کہ آپ عبادت و ذکر و تلاوت کی صرف میٹھی میٹھی غذا کو پسند کرتے ہو اور مخلوق کی اذیت پر صبر کرنے کی نمکین غذا سے بھاگتے ہو ۔ غذا دونوں قسم کی ہونی چاہیے ۔ بلاء و اذیت مانگے تو نہیں کیونکہ دشمن کی ملاقات سے سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے اللّٰھم انی اعوذ بك من لقاء اعدائنا لیکن اگر آجائے تو گھبرانا نہیں چاہیے ۔ اسے نمکین

غذا بھیں البتہ عافیت اور دشمن سے نجات کی دعا کرے یہ بھی عین عبدیت ہے۔

لہذا دشمنوں کی مخالفت اور ایذاء رسانی سے دین کے خادموں کو گھبرانا نہیں چاہیے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکمت ہے، مصلحت ہے تربیت ہے کیونکہ اگر چاروں طرف معتقدین اور محبین ہی کا ہجوم ہو تو نفس میں بڑائی آجائے۔ حکیم الامت تھانوی نے فرمایا کہ آج ایک خط آیا ہے جس میں لکھنے والے نے مجھے اُلو اور گدھا لکھا ہے۔ کتنے لوگ مجھے حکیم الامت اور مجدد الملت لکھتے ہیں اگر ہمیشہ سب یہی لکھتے رہیں تو میرے نفس میں بڑائی آجائے۔ لہذا یہ بھی اللہ تعالیٰ کا کرم ہے کہ بعضے بندوں سے کُونین بھیج دیتے ہیں جس سے عجب و کبر کا ملیریا اُتر جاتا ہے اور اس کُونین سے دولت کَونین مل جاتی ہے۔

اس لئے جس بستی میں دین کا کام کرو اور کوئی دشمن کھڑا ہوجائے یا کوئی فرنٹ ہوکر بھاگ جائے تو اس کی خوشامد نہ کرو۔ حدیث پاک میں ہے نعم الرجل الفقیہ فی الدین ان احتیج الیہ نفع و ان استغنی عنہ اغنی نفسہ دین کا بہترین فقیہ وہ ہے کہ جب کوئی اس سے دین سیکھنے کے لئے احتیاج ظاہر کرے تو اس کو نفع پہنچادے یعنی دین سکھا دے اور اگر کوئی فرعون کی طرح مُنہ بنا کر بھاگ جائے تو وہ بھی اپنے نفس کو مستغنی کرلے۔ ملا علی قاری نے اغنی نفسہ کی دو شرح کی ہے۔ ایک تو یہ کہ اپنے نفس کو اس سے مستغنی کرلیا، اس کے پیچھے پیچھے پھر کر اس کی خوشامد نہیں کرتا کیونکہ ایسا کرنا اس خادم دین کی عزت نفس کے بھی خلاف ہے اور دوسرے یہ کہ اس طرح وہ شخص اور خراب ہوجائے گا، اس کا تکبر اور بڑھ جائے گا۔ اور دوسری شرح یہ

ہے کہ اپنے نفس کو خلوتوں کی عبادت و تلاوت اور ذکر خداوندی سے غنی اور مال دار کرلو۔

لہٰذا کسی دشمن کی مخالفت اور اسباب تشویش سے دینی خادموں کو دل چھوٹا نہیں کرنا چاہیے۔ مولانا رومی فرماتے ہیں کہ جب چاند چودھویں رات کو بدر کامل ہوجاتا ہے تو کتے زیادہ بھونکتے ہیں اور یہ منظر دیکھنا ہو تو کسی گاؤں میں دیکھئے جہاں بجلی کی روشنی نہیں ہوتی اس لئے ساری رات کتے بھونکتے ہوئے سُنائی دیں گے۔ تو مولانا فرماتے ہیں کہ کیا کتوں کے بھونکنے سے چاند اپنی رفتار کو بدل دیتا ہے۔ اسی طرح اولیاء اللہ جب ترقیات ظاہری و باطنی سے چاند کی طرح کامل ہوجاتے ہیں تو ان کے دشمن اور حاسدین بوجہ حسد کے کتوں کی طرح بھونکنے لگتے ہیں۔ تو جس طرح چاند کتوں کے بھونکنے سے اپنی رفتار پر قائم رہتا ہے اسی طرح دین کے خادموں کو چاہیے کہ وہ بھی حاسدین کی پرواہ نہ کریں۔ اپنے کام میں لگے رہیں اور اللہ کی محبت کو نشر کرتے رہیں اور ان دشمنوں کو اپنی تربیت کے لئے مفید سمجھیں۔

اور ایک دوسری مثال یہ ہے کہ عقاب مخالف ہواؤں میں تیز اُڑتا ہے، ہلکی اور نرم سیر ہواؤں میں اس کی پرواز میں تیزی اور بلندی نہیں آتی۔ ہوا جتنی مخالف ہوتی ہے عقاب اتنا ہی زیادہ تیز اور اونچا اُڑتا ہے۔ انبیاء اور اولیاء روحانی طور پر عقاب ہیں۔ و جعلنا لکل نبی عدوا ان کو زیادہ تیز اور اونچا اڑانے کے لئے تکوینی انتظام ہے۔ دشمنی اور مخالفت کی ہواؤں میں انبیاء اور اولیاء کی روحانی پرواز اور زیادہ تیز اور بلند ہوجاتی ہے اور ان سے دین کا عظیم الشان کام لیا جاتا ہے۔

اللہ سے دوری کا عذاب

ارشاد فرمایا کہ اگر اللہ سے ایک ذرہ تعلق ختم ہوجائے تو انسان کی حالت کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہوجاتی ہے۔ جب پتنگ کٹ جاتی ہے تو اس کی رفتار بتادیتی ہے کہ اس کی ڈور کٹ گئی جو پتنگ اُڑا رہا تھا اس سے اس کا رابطہ ختم ہوگیا۔ اب یہ پتنگ ہواؤں کے تابع ہے جس کا تعلق مولیٰ سے کٹ جاتا ہے یا کمزور ہوجاتا ہے وہ ہوائے نفس کے تابع ہوجاتا ہے جدھر نفس چاہتا ہے ادھر لے جاتا ہے۔ اس کی چال بتادیتی ہے کہ یہ مولیٰ سے کٹا ہوا ہے۔

اُٹھا کر سر تمہارے آستاں سے
زمیں پر گر پڑا میں آسماں سے

کٹی ہوئی پتنگ کو لوٹنے کے لئے لمبے لمبے بانس لے کر لڑکے دوڑتے ہیں یہاں تک کہ وہ پتنگ ریزہ ریزہ ہوجاتی ہے۔ اسی طرح جو اللہ سے کٹ جائے گا اس پر اتنی بلائیں آئیں گی کہ یہ بھی ریزہ ریزہ ہوجائے گا اور کوئی اس کے آنسو پونچھنے والا بھی نہیں ہوگا جس کا اللہ نہیں اس کا کوئی نہیں اور جس بندہ کا رابطہ اللہ سے ہوتا ہے وہ مخلوق کی بلاؤں سے محفوظ ہوتا ہے۔ جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے اور جس کو اللہ نہ رکھے اس کو سارا عالم چکھے۔

لہٰذا اگر چین سے رہنا ہے تو قلباً اور قالباً اللہ کے ہوکر رہیے۔ جسم کو بھی اللہ کی نافرمانی سے بچاؤ اور قلب کو بھی بچاؤ۔ دل میں اللہ کی نافرمانی کے خیالات نہ پکاؤ کہ اللہ کے سامنے بلا ایکسرے ہمارے دل کے خیالات کا علم

رہتا ہے۔ اگر دل کی نگہبانی نہ کی تو معاشقۂ قدیمی کا سارا نقشہ اور فیچر شیطان ٹیچر سامنے پیش کرتا ہے اور پُرانے گناہوں کو یاد کرکے یہ اُلو اور احمق کی طرح مست ہورہا ہے اور اس کو ہوش بھی نہیں کہ تاریخ ماضی کے تصور سے حرام لذت کی درآمدات سے اللہ باخبر ہے اور اس کو یہ معلوم نہیں کہ اللہ کی ناخوشی کی راہوں سے یہ اپنے جن لمحات کو خوش کررہا ہے وہ اللہ خالق اوقات اور خالق لمحات کائنات ہے لہٰذا اللہ کو ناراض کرکے اس کا ایک لمحہ بھی چین سے نہیں گذرسکتا۔ لمحہ، منٹ، دن، ہفتہ، ماہ و سال سورج سے بنتے ہیں اور سورج کا خالق خدا ہے تو وہ خالق سورج جس سے ناراض ہوگا اس کے لمحات اس کے ایام اس کے ماہ و سال بھلا چین سے گذرسکتے ہیں

ایں خیال است محال است و جنوں

لہٰذا چین سے جینے کا واحد راستہ یہ ہے کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کو خوش رکھو اور خطا ہوجائے تو رو رو کر اشکبار آنکھوں سے معافی مانگ کر ان کو راضی کرلو۔

چشمِ تر نعرۂ ھُو چاکِ گریباں پایا

عشقِ اصنام سے ہر دل کو پریشاں پایا
شکل بگڑی تو انہیں سخت پشیماں پایا

ذکر کے فیض سے دل رشکِ گلستاں پایا
اور غفلت سے گلستاں کو بیاباں پایا

رہِ تقویٰ کے غموں سے نہ تو گھبرا سالک
نفس کو غم ہو مگر روح کو شاداں پایا

نفسِ دشمن کے غموں سے جو تو گھبرائے ہے
لذتِ عشقِ خدا سے تجھے ناداں پایا

جس نے مرشد سے لیا خونِ تمنا کا سبق
اس کے دل میں ہمہ دم جلوۂ جاناں پایا

کیا کہوں آہ وہ مرشد تھا مرا کیا اختر
چشمِ تر نعرۂ ھُو چاکِ گریباں پایا

(کراچی - ۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۷ھ بوقت تین بجے شب)

خاک پر منزلِ آسماں مل گئی

رحمتِ دردِ عشقِ بُتاں مل گئی
قربتِ صاحبِ آسماں مل گئی

نسبتِ اَولیائے زماں مل گئی
دولتِ فیضِ پیرِ مغاں مل گئی

ان کی یادوں کی آہ و فغاں مل گئی
دوستو! دولتِ دو جہاں مل گئی

راہ میں صحبتِ رہبراں مل گئی
خاک پر منزلِ آسماں مل گئی

دامنِ کوہ میں دامنِ فقر میں
لذتِ قربِ سلطانِ جاں مل گئی

مل گئی جب سے توفیقِ ذکرِ خدا
روح کو راحتِ دو جہاں مل گئی

ربطِ گلشن کی کیا یہ کرامت نہیں
دشت میں راحتِ آشیاں مل گئی

ان کی خاطر اٹھایا جو حسرت کا غم
روح کو عشرتِ دو جہاں مل گئی

صحبتِ شیخِ کامل سے اخترؔ کو بھی
لذتِ راہِ ربِ جہاں مل گئی

(ری یونین ۲۰ ستمبر ۱۹۹۲ء)

☆

انفاس زندگی کے جو ان پر فدا ہوئے

انفاس زندگی کے جو اُن پر فدا ہوئے
شمس و قمر بھی سامنے ان کے گدا ہوئے

جس نے اٹھایا شیخ کے نازِ طریق کو
راہ فنا سے رہبرِ راہِ خدا ہوئے

دیکھا اسی کو فائزِ منزل سلوک میں
جو منزلِ مجاز سے بالکل جدا ہوئے

پالا پڑا ہے جن کو تلاطم کی موج سے
گمراہ کشتیوں کے وہی ناخدا ہوئے

تقریر میں اگر نہیں شامل ہے دردِ دل
صد ہا صدا کے ساتھ بھی وہ بے صدا ہوئے

راہ وفا میں آہ جو فانی نہ ہو سکے
کہلائے باخدا بھی نہ وہ باخدا ہوئے

اہلِ جنوں کی صحبتیں اختر جنہیں ملیں
اہلِ خرد کو دیکھا کر اُن پر فدا ہوئے

(یکم جولائی ۹۵ء کراچی)